قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربہ فصلی (القرآن الکریم)

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا

ماہنامہ

المرشد

لاہور

دسمبر ۱۹۹۴ء

ادیبیہ سوسائٹی۔ کالج روڈ، ٹاؤن شپ، لاہور ۵۴۷۷۰

اداریہ

اس وطن عزیز میں زندگی کے ہر شعبہ میں لوٹ مار، ظلم اور زیادتی دیکھ کر انتہائی مایوسی ہوتی ہے۔ یہ کیفیت کسی ایک فرد کی نہیں، قوم کی اکثریت اس وقت اس کیفیت سے دوچار ہے۔ یہاں تک کہ برسراقتدار طبقہ، سیاست دان، مذہبی جاگیردار سب ہی مایوسی کا شکار ہیں۔ اپنا مستقبل تاریک دیکھ کر ان کی لوٹ اور ظلم میں شدت پیدا ہوتی جا رہی ہے۔ مظلوم پس رہا ہے ظلم بڑھ رہا ہے۔ تاریکی بڑھ رہی ہے تاریکی کی شدت بڑھ رہی ہے۔ لیکن یاد رہے اندھیرے کو دوام نہیں۔ محدود وقفے کے لئے ہے اور اس کی شدت ہی سحر کا پیغام ہے، سورج ڈوبتا ضرور ہے لیکن فنا نہیں ہوتا۔ جب ڈوبتا ہے تو تاریکی چھا جاتی ہے اور رات کی تاریکی میں اکثریت سو جاتی ہے۔ چند بندے اللہ کی عبادت میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ چور اور راہ گیر جاگ اٹھتے ہیں اور لوٹ مار میں لگ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ رات کی تاریکی میں ایک مچھر بھی انسان کے لئے عذاب بن جاتا ہے۔ لیکن سورج کو تو طلوع ہونا ہی ہے۔ سحر کی جھلک کے ساتھ ہی ہر سو تبدیلی کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ ہر آنکھ نہ چاہنے کے باوجود کھل جاتی ہے۔ ہر عابد نہ چاہنے کے باوجود اپنی جائے عبادت سے اٹھ کر حصول رزق کے لئے نکل پڑتا ہے۔ مچھر نہ چاہنے کے باوجود کسی تاریک کھڈ کا رخ کرتا ہے اور چور بھی اپنے لوٹ کے مال سمیت کسی پناہ کی تلاش میں میدان سے بھاگ اٹھتا ہے۔

---- یہی زندگی کا روٹین ہے۔ آج اگر ہم روٹین کے تاریک حصے سے گذر رہے ہیں تو اس میں مایوسی کی کون سی بات ہے؟ اندھیرے کی تاریکی میں شدت ضرور آگئی ہے لیکن یہی شدت تو طلوع آفتاب کی خبر دے رہی ہے۔ دن چڑھنے کا وقت قریب تر ہو رہا ہے۔ سوئی ہوئی خلقت جاگنے والی ہے اور اندھیروں کے باسی روشنی کی آمد کے خوف سے اپنا آخری وار کر کے کسی تاریک کھڈ کی طرف بھاگنے کی فکر میں ہیں۔

---- اے قوم! اٹھ، آنکھ کھول اور دیکھ کہ ۔ وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستان وجود، نمودار ہو رہا ہے۔ جاگ جاؤ کہ اب جاگنے کا وقت آچکا ہے۔

تاج رحیم

نعت

آنکھ جھکی ہے ہونٹ پہ لرزش، سوز نہاں ہے سوچ میں گم ہوں
پہلے پہل طیبہ کا سفر ہے اشک رواں ہے سوچ میں گم ہوں

جن کا نام ہے نام کا حصہ، جن کے کرم سے میں جیتا ہوں
ان کے در پہ مجھ سا عاصی، آہ و فغاں ہے سوچ میں گم ہوں

رات کے پچھلے پہر کی خنکی دل میں اتری جیسے شبنم
ان کی یاد کی خوشبو پیہم شامل جاں ہے سوچ میں گم ہوں

ان کی شفقت ان کی محبت ان کی رحمت ان کا احساں
ان کی یاد ہے دل کی زمیں پہ ابر رواں ہے سوچ میں گم ہوں

آپؐ کا دیں پھر غالب ہو اور سبز پھریرے پھر اونچے ہوں
اک مدت سے فکر میں غلطاں جسم و جان ہے سوچ میں گم ہوں

میرے گناہوں کا مرے آقا کوئی حساب ہو یہ نا ممکن
لیکن آپؐ کے عفو و کرم کی حد بھی کہاں ہے سوچ میں گم ہوں

نور کا چھینٹا آن پڑے وہ ساری سیاہی کو دھو ڈالے
دل کی دنیا بدلے کوئی کار جہاں ہے سوچ میں گم ہوں

آپؐ کے در پہ روح کے پھیرے صبح سویرے شام اندھیرے
حاضر ہوں دربار میں دل یہ عرض کناں ہے سوچ میں گم ہوں

روح پہ طاری وجد کا عالم، صلی اللہ علیہ وسلم
کس کا نام محمدؐ حامد ورد زباں ہے سوچ میں گم ہوں

ڈاکٹر محمد حامد

کہاں سے کہاں تک

شیخ المکرم حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ النساء ۸۰

عالم اسلام کے پاس اللہ جل شانہ کی اطاعت کا صرف ایک معیار ہے اور وہ ہے اطاعت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی وسلم۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلی وسلم کی بعثت پر دین مکمل ہو گیا کوئی چھوٹے سے چھوٹا حکم جسے آپ مستحب کہہ لیں وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ہستی نہیں ہے جو اپنی طرف سے تجویز کر سکے۔ موانعات میں سے چھوٹی سے چھوٹی بات (جسے آپ مکروہ کہہ لیں) کوئی ایسا نہیں ہے جو اپنی پسند سے تجویز کر سکے۔ فرائض سنن و واجبات تو بہت بڑی بات ہے۔ دین کا ہر شعبہ' دین کا ہر حصہ' دین کی ہر بات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم نے مکمل فرما دی۔ نہ صرف تھیوری بلکہ اس کی عملی شکل' نہ صرف فلسفہ بلکہ عملاً" ایک اسلامی ریاست بنا دی جس میں لاکھوں کی آبادی تھی مرد تھے' عورتیں تھیں' جس کی عدلیہ تھی' جس میں سیاسی نظام تھا' جس کا انتخابی نظام تھا' جس کا معاشی نظام تھا' جس کا سول کا اور آرمی کا سسٹم تھا' بلکہ دنیا کو طریق حکمرانی سب سے پہلے اسلام نے دیا ہے اور جو اسلام نے دیا ہے آج تک لوگوں نے وہی اپنایا ہوا ہے اس پر کوئی اضافہ نہیں کر سکا۔ آپ سوشلزم کو لیں یا کمیونزم کو خواہ جمہوریت کو لیں' کسی اور ازم کو جتنی تبدیلیاں یا جتنے ازم ہیں حصول اقتدار کے حیلے ہیں۔ اقتدار میں آنے کے بعد نظام کیا ہو گا؟ ایک پولیس فورس ہونی چاہئے' ایک الگ سے فوج ہونی چاہئے' عدلیہ الگ سے ایک نظام ہونا چاہئے' زمین کی پیمائش ہونی چاہئے' زمین کا مالیہ ہونا چاہئے' آمدن پر اس طرح کا ٹیکس ہونا چاہئے' خزانے کی آمدن اس طرح ہو' ویلفیئر کے کام اس طرح ہوں' یہ سارا (انتظامی ڈھانچہ) وہ ہے جو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے اسلامی ریاست میں سب سے پہلے جاری کیا تھا۔

اسلام سے پہلے حکومتیں صرف اشخاص کی پسند و ناپسند کے تابع ہوا کرتی تھیں۔ ایک بادشاہ ہے جس بات پہ وہ خوش ہے وہ جائز ہے جس بات پہ وہ خوش نہیں ہوتا وہ ناجائز ہو گیا۔ آگے اس کے گورنر ہیں ان کے ماتحت ہیں۔ چھوٹے چھوٹے گاؤں تک ایک امیر ہوتا تھا گنتی کے لوگوں کی پسند اور خوشنودی قانون ہوتی تھی۔ اسلام نے آکر ایک نظام ایسا دیا جس میں ہر فرد کی ایک ذاتی اہمیت ہے' اس کا ایک ذاتی کردار ہے' اس کی رائے کا ایک وزن ہے' اس کے حقوق ہیں' اس کے فرائض ہیں اور کتنی عجیب بات ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا دانشور طبقہ اور کوئی جدید تعلیم کا ماہر اس کے مقابلے میں آج تک کوئی نیا نظام پیش نہیں کر سکا۔ یہ جتنے ازم ہیں حصول اقتدار کے طریقے ہیں۔ سو بحمد اللہ دین مکمل ہو گیا۔ وحی الٰہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پر تمام ہوئی اور ختم ہو گئی' نبوت تمام ہوئی اور مکمل ہو گئی۔ کتاب اللہ آخری کتاب ہے جو نازل ہوئی۔

لیکن امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں انہی احکام کی وضاحت' انہی ارشادات کی تشریح' انہی امور میں (جہاں دو تین راستے بنتے ہوں) رہنمائی ہمیشہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے رہے اور فرماتے ہیں اور فرماتے رہیں گے۔ امت مسلمہ کا صرف یہ کمال نہیں ہے کہ اس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو جو ظاہرا" تھے سنبھال کر رکھا۔ قران بھی باقی رکھا اللہ کے احسان سے اور اللہ نے یہ توفیق دی کہ ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے مسلم امت نے سترہ فنون ایجاد کئے جو اس سے پہلے کبھی دنیا میں نہیں ملتے ان سترہ میں سے اسماء الرجال کا ایک فن ایسا ہے کہ جتنے لوگوں سے حدیث روایت ہوتی ہے ان لوگوں کے نام' ان کی ولایت' ان کے قبیلے کا نام' ان کا کردار' ان کے حافظے کی کیفیت' کس عہد میں پیدا ہوئے؟ کن کن لوگوں سے ان کی ملاقات تاریخی اعتبار سے ثابت ہے؟ یہ ساری تفصیل آپ کو اس میں مل جائے گی اور یہ وہ فنون ہیں جو مسلمانوں نے حفاظت حدیث کے لئے ایجاد کئے۔ یہ منطق' یہ صرف و نحو' یہ تراکیب اور ان کے اصول یہ سارے نزول وحی کے بعد وحی الٰہی سے اخذکر کے مسلمانوں نے ایجاد کئے مسلمانوں سے پہلے خود عربی میں بھی صرف و نحو اور منطق نہیں ملتی۔ یہ بہت بڑا کمال تھا لیکن اس سے بھی بڑا کمال امت مسلمہ کے پاس یہ رہا کہ ان کا اپنے نبی علیہ السلام سے رابطہ کبھی منقطع نہیں ہوا۔ ہر عہد میں ایسے لوگ رہے جنہوں نے قران کا معنی اور ترجمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا۔ ایسے لوگ رہے جنہوں نے احادیث کی شروح خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کی اور باجماعت امت اولیاء اللہ کا کشف برحق ہے۔ اور خود صاحب کشف کے لئے۔اس پر عمل بھی ضروری ہے۔

نبی علیہ السلام اور ولی کے کشف میں فرق یہ ہوتا ہے کہ نبی کو غلطی نہیں لگتی ولی کو غلطی لگ سکتی ہے اس لئے ولی کا کشف محتاج ہوتا ہے نبی کے ارشادات کی حدود کا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق' ان حدود کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے کسی حکم کی وضاحت ملتی ہے تو صاحب کشف مکلف ہے اس کشف کو ماننے کا' دوسرا نہیں۔ دوسرے کی پسند پر ہے چاہئے مانے یا نہ مانے لیکن خود صاحب کشف نہ مانے تو نہ صرف گنہگار ہو گا بلکہ اس پر عذاب وارد ہوگا۔ نبی کا کشف جو ہوتا ہے وہ وحی الٰہی ہوتا ہے پوری امت مکلف ہوتی ہے اس کو ماننے کی اور نہ ماننے والا کافر کہلاتا ہے۔ ولی کا کشف اپنی صحت کے لئے نبی کے ارشادات کا محتاج ہوتا ہے۔ صاحب کشف کے لئے اس پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے نہ کرے تو نہ صرف گنہگار ہوتا ہے بلکہ اس پر دنیا میں بھی عذاب آجاتا ہے' دنیوی مصیبتیں ٹوٹ پڑتی ہیں دینوی نقصانات ہوتے ہیں۔ آخرت کا معاملہ رب کریم کے پاس ہے لیکن دوسرے لوگوں کی پسند پہ ہوتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ تعاون کرتے ہیں اس کے کشف کو مانتے ہیں نہیں مانتے۔ نبی کی طرح امتی ولی کے کشف کو ماننے کے محتاج نہیں ہیں۔

قران حکیم نے بہت سے واقعات نقل فرمائے ہیں باتفاق علماء کوئی خاتون نبی نہیں ہوئی لیکن حضرت مریمؑ کے ساتھ اللہ کا مکالمہ' فرشتوں کا باتیں کرنااور ان واقعات کا اسی طرح ظہور ہونا جیسا انہیں فرمایا گیا قران حکیم میں موجود ہے۔ ام موسیٰ علیہ اسلام کے ساتھ اللہ کا ہم کلام ہونا۔ اللہ کا ان کے ساتھ بات کرنا' انہیں حکم دینا کہ موسیٰ علیہ السلام کو بکس میں ڈال کر دریا میں پھینک دو ان کا پھینک دینا قران سے ثابت ہے۔ یہ بھی ثابت ہے کہ پھینکنے سے پہلے جب حکم دیا پھینکنے کا تو اللہ نے وعدہ کیا۔

اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْکِ (القصص ۷) میں تمہیں بیٹا لوٹا دونگا۔ فکر نہ کرو پھینک دو دریا میں۔ میں تمہیں لوٹا دونگا۔ **وَ جَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ** تو ایک بچہ پھینک رہی ہے

میں تجھے بنا بنایا رسول دونگا گھبراتی کیوں ہے پھینک دے۔ انہوں نے اس پر عمل کیا اور اپنے نور نظر کو ایک بکسے میں ڈال کر واقعی دریا میں پھینک دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرامؓ کے واقعات جو منقول ہیں وہ حد سے باہر ہیں۔ جہاں تک احترام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق ہے میں ایک چھوٹا سا واقعہ عرض کرونگا ایک اعرابی مسجد نبوی میں کھڑا تھا بدوی تھا باہر سے آیا دوسرے آدمی سے بات کر رہا تھا ذرا لہجہ بلند تھا۔ سید نا فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے اسے کنکری ماری (مسجد نبوی میں پہلا فرش عہد نبوی میں کنکریوں کا تھا) اور اشارے سے پاس بلایا اور دھیمے لہجے میں فرمایا کہ روضہ اطہر کے سامنے آواز بلند نہ کرو اگر روضہ اطہر کا حیانہ ہوتا تو میں تمہیں درے سے مارتا لیکن یہاں میں بھی مجبور ہوں کہ میں اونچا نہیں بول سکتا۔ وہی احترام تھا جو نبی علیہ السلام اس دنیا میں جلوہ افروز تھے تو ہوا کرتا تھا۔ وہی اب بھی ہے اور ہمیشہ وہی رہے گا۔

ایک واقعہ میں عرض کر دوں کہ امیتوں سے آپ کس طرح خطاب فرما لیتے تھے۔ مصر کا حکمران تھا نور الدین زنگی۔ اہل مغرب نے' یہودیوں نے' دو آدمی منتخب کر کے ان کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ مدینہ منورہ جائیں اور سرنگ لگا کر روضہ اطہر میں سے نبی علیہ الصلوۃ السلام کا وجود باجود نکال لائیں اس کے بعد مسلمانوں سے ہم بات کریں گے کہ تم نے روضہ بنا رکھا ہے' اور قبر میں تو کچھ ہے ہی نہیں یا قبر کھول کر دیکھو اس میں کیا ہے؟ وہ مسلمانی کا روپ دھار کر مدینہ منورہ آئے ان کے پاس چونکہ اخراجات کی تو کمی نہیں تھی' مدینہ منورہ میں درویش بن کر رہنے لگے سارا دن روزے سے رہتے اور سارا دن مشکیزے پیٹھ پر لاد کر حاجیوں کو پانی پلایا کرتے تھے۔ تب جدہ سے مکہ مکرمہ جانے والی گاڑیاں بھی چھکڑے ہوا کرتے تھے اور سڑکوں کی جگہ ریت میں گھٹنوں گھٹنوں گڑھے ہوتے تھے اور اونٹوں پر' پالان پر' چارپائیاں اور چارپائیوں کے اوپر جس طرح خانہ بدوشوں کی جھگیاں ہوتی ہیں۔ اس طرح کی جھگیاں باندھ کر لوگ سفر کرتے تھے۔ بہت پرانی بات ہے اور یہ جو میں صورت حال عرض کر رہا ہوں' تقریباً" انیس سو اٹھاون تک یہ صورت حال تھی۔ تو سارا دن وہ جعلی درویش پیٹھ پر مشکیزے لادے۔ پیدل جانے والے کو اونٹوں پر جانے والے حاجیوں کو' مسجد نبوی میں قیام کرنے والوں کو' پانی پلاتے رہتے۔ رات کو انہوں نے مسجد نبوی کے قریب گلی سے باہر' گھر لیا ہوا تھا اس میں سے انہوں نے سرنگ کھودنا شروع کر دی۔ اس کی مٹی انہیں مشکیزوں میں ڈال کر وہ جنت البقیع میں قبروں پہ ڈال آتے۔ دو تین مشکیزے رات کو کھود لیتے صبح علی الصبح وہ مشکیزے پلٹ کر پانی پلانا شرع کر دیتے۔ نور الدین زنگی رحمتہ اللہ علیہ مصر میں تھا اور بہت بڑا حکمران تھا۔ ساری زندگی عیسائیوں کے ساتھ بیت المقدس کی آزادی کے لئے جہاد کرتے گزری اور پھر اسی کے جرنیل سلطان صلاح الدین ایوبی نے اس کے مشن کو آگے بڑھاتے ہوئے پوری عیسائی دنیا سے جہاد کر کے مقابلہ کر کے بیت المقدس کو آزاد کرایا۔

سلطان رات خواب میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی زیارت سے مشرف ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نور الدین یہ دو کتے مجھے تنگ کر رہے ہیں۔ تب سعودیہ پر مصر کی عملداری تھی۔ (عرب پر سعودیہ اس وقت نہیں تھا۔ عرب' عرب ہے سعودی ایک خاندان ہے جو آج سے پچاس سال پہلے قابض ہو گیا عرب پر اور عرب کو سعودی عرب بنا لیا کل تک نہیں رہیں گے' عرب انشاللہ رہے گا۔ عرب' عرب ہے عرب سعودی وغیرہ نہیں اگر ابراہیمی عرب نہیں ہے' محمدی عرب نہیں ہے تو سعودی عرب بھی نہیں ہے) اس زمانے میں عرب پر مصر کے حکمرانوں کی ہی حکومت تھی اور ان کا صوبہ تھا سلطان نے خواب کو خواب سمجھا کچھ علماء سے تذکرہ کیا' اہل دربار سے بات کی انہوں نے بشارت دے دی کہ آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو گئی خوش خبری کی بات ہے۔ دوسرے دن سلطان نے پھر دیکھا نبی علیہ الصلوۃ والسلام حکم دے رہے ہیں کہ میں نے

تمہیں حکم دیا تھا اور تم مشورے کرتے رہے۔ پھر بھی بات نہ بن سکی تیسری رات جب سوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جھڑک کر حکم دیا کہ ابھی اٹھ جاؤ' ابھی رخت سفر باندھو بغیر کسی سے مشورہ کئے مدینہ منورہ پہنچو یہ کیا میں تمہیں حکم دیتا ہوں اور تم علماء سے مشوروں میں لگ جاتے ہو۔ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دونوں کافر دکھائے (خواب ہی میں) نور الدین زنگی کو کہ یہ دو کتے ہیں اور یہ مجھے تنگ کر رہے ہیں۔

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ مصر سے روانہ ہو کر سولھویں دن سلطان مدینہ منورہ موجود تھا۔ گھوڑے کی پیٹھ پر مصر سے روانہ ہو کر اپنے شاہی دستے سمیت سولھویں دن نور الدین زنگی مدینہ منورہ میں موجود تھا اور آتے ہی سلطان نے منادی کرا دی کہ مدینہ منورہ سے کوئی شخص باہر نہیں جائے گا۔ تمام شہر کی ناکہ بندی کر دی اور شہر کا ہر باسی بنفس نفیس سلطان سے ملاقات کرے گا اور سلطان سب کو انعام دے گا۔ سلطان نے خزانے کا منہ کھول دیا ہر آنے والے کو انعام سے نوازا جانے لگا ایک ایک فرد سلطان سے ملاقات کرتا ہوا گزرتا رہا۔ کئی دن لگے۔ مدینہ منورہ کی آبادی ختم ہو گئی لیکن وہ افراد نظر نہیں آئے تو سلطان نے پوچھا کہ کوئی تو رہ گیا ہے جو مجھ سے نہیں ملا۔ عرض کی گئی کہ سلطان دو مغربی ہیں (ان یورپین کو مغربی کہتے تھے۔) درویش ہیں' سارا دن پانی پلاتے ہیں حاجیوں کو اور سارا دن روزے سے ہوتے ہیں' انہیں انعام و اکرام کی اور کسی بادشاہ سے ملنے کی کوئی خواہش نہیں ہے۔ صرف وہ دو بندے رہ گئے ہیں۔ سلطان نے کہا کہ میں نے حکم دیا تھا کوئی باقی نہ رہے۔ میری قلمرو میں رہتے ہیں' میرے حکم سے باہر نہیں ہیں۔ چنانچہ دونوں کو حاضر کیا گیا تو وہ دو ہی لوگ تھے جو نبی علیہ السلام نے آپ کو خواب میں دکھائے تھے۔ ان سے کچھ اور پوچھنے کی بجائے سلطان نے پوچھا کہاں رہتے ہو؟ انہوں نے اپنا مکان بتایا۔ سلطان ان کے ساتھ اس مکان میں تشریف لے گئے۔ فرش پر ادھر ادھر چہل قدمی کی ایک جگہ تختے پر پاؤں لگا۔ وہاں سے دری اٹھوائی' تختہ اٹھوایا تو نیچے سرنگ جا رہی تھی اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے روضہ اطہر کی دیوار کو مس کر رہی تھی۔ یعنی اس سے اگلی رات اب انہوں نے روضہ اطہر کی دیوار کو کھودنا تھا' دیوار تک ان کی سرنگ پہنچ چکی تھی۔ عبرت ناک سزا دی سلطان نے۔ اور یہ نور الدین زنگی تھا جس نے وہاں رہ کر روضہ اطہر جو حجرہ عائشہ الصدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا تھا'جس میں اصل قبور ہیں وہ اب زیر زمین دفن ہو چکا ہے اپنی اصل دیواروں سمیت۔ یہ جو روضہ اطہر میں اور آپ دیکھتے ہیں یہ اوپر بنائی گئی عمارت ہے۔ اصل روضہ اطہر اس فرش کی سیدھ میں ان کے اوپر بنائے گئے ہیں جو نیچے اصل روضہ اطہر اس فرش کے نیچے ہے اور اس میں جو قبور اقدس کے تعویز بنے ہوئے ہیں وہ ان قبور کی سیدھ میں ان کے اوپر بنائے گئے ہیں جو نیچے اصل روضہ اطہر میں دفن ہیں۔ نور الدین زنگی نے حجرہ عائشہ الصدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا اور روضہ اطہر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گردا گرد اتنی بنیاد کھدوائی کہ نیچے سے اس صحرائی شہر میں بھی پانی آگیا جہاں تک پانی کو مس کرتی تھی وہاں تک چاروں طرف بنیاد کھدوائی گئی اور سات دھاتیں ملوا کر سونا' تانبا' لوہا' سیسہ' سب' کچھ قلعی ملوا کر سات دھاتوں کا ایک مرکب بناتے ہیں اسے سیسہ کہا جاتا ہے' وہ گرم کر کے وہاں پانی کی سطح سے لیکر سطح زمین تک نور الدین زنگی نے سیسہ پلوا دیا۔ وہ ایسی دھات ہوتی ہے جو آرام سے یا آسانی سے کسی آلے کے ساتھ بھی کاٹی نہیں جا سکتی۔ اسے کاٹنے کے لئے (خاص) اوزار چاہئیں اور کوئی آدمی چھپ کر چوری سے نہیں کاٹ سکتا۔ وہ سیسہ پلوانے کے بعد اس کے اوپر لوہے کی جالی نور الدین زنگی نے لگوائی' جسے آج آپ روضہ اطہر کی جالی کے نام سے جانتے ہیں۔ یہ اس سیسہ پلائی ہوئی بنیاد کے اوپر نور الدین زنگی کی لگوائی ہوئی لوہے کی جالی اور اس کے درمیان اینٹوں کے ستون ہیں جن کے اوپر چھت ڈال کر درمیان میں جہاں اصل روضہ اطہر تھا وہاں گنبد بنا دیا گیا اور جالی کے اندر پردے لگا دئے گئے اور نیچے جہاں تک اصل

قبور مبارک ہے اصل روضہ اطہر میں ان کے برابر اوپر قبور کے تعویز بنا دیئے گئے۔

یہ واقعہ میں نے آپ کو محض اس لئے سنایا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو پسند فرماتے ہیں تو ان حدود شرعیہ کے اندر جو متعین ہیں اور طے شدہ ہیں' کسی کام کرنے کا حکم اپنے امتیوں کو اب بھی دیتے ہیں امتی اس پر عمل بھی کرتے ہیں اور اس پر عمل کرنا ضروری بھی ہوتا ہے۔ چونکہ بہت لمبا وقت نہیں ہوتا میں مسلسل یہ واقعات نہیں سنا سکتا اگر اللہ چاہئے تو یہ بے شمار واقعات ہیں آپ کوئی کتاب بنا لیں تو بن سکتی ہے میں صرف اس ایک واقعہ پہ اکتفا کرتا ہوں۔ اب آگے میں ان واقعات کی طرف چلتا ہوں جن کے ساتھ میرا تعلق ہے' آپ کا تعلق ہے' آپ کے شیخ کا تعلق ہے' آپ کے سلسلے کا تعلق ہے۔

حضرت شیخ رحمت اللہ علیہ نے اپنی تعلیم بڑے کٹر قسم کے دیو بندی اساتذہ سے مکمل فرمائی اور بڑے سخت قسم کے فقیہان کرام سے حتی کہ آپ کے اساتذہ میں مفتی کفایت اللہ دہلوی مرحوم شامل ہیں جو پورے برصغیر کے مانے ہوئے مفتی تھے اور بڑے سخت قسم کے لوگ تھے' بڑے سخت مواحد اور رسومات اور بدعات کے خلاف تو مصیبت یہ ہے کہ پھر بعض اوقات یہ سختی اتنی زیادہ اور اتنی شدید ہوجاتی ہے ہے کہ سید احمد شاہ بخاری رحمت اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے یار شیعت کا رد کرتے کرتے مزاج میں خارجیت پیدا ہو گئی ہے کوئی حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کا نام بھی لے تو غصہ آ جاتا ہے۔ وہ مذاق مذاق میں فرمایا کرتے تھے کہ ہم ساری عمر شیعت کا رد کرتے رہے ایسے لگتا ہے جیسے ہمارے مزاج میں بھی خارجیت آ گئی ہے۔ کوئی ویسے ہی حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کا نام لے تو ہمیں غصہ آ جاتا ہے یہ علی علی کیوں کر رہا ہے؟ حالانکہ یہ تو کوئی جرم نہیں۔ ہمارے اساتذہ علمائے دیو بند جو تھے رسومات کے رد عمل کے طور پر ان کا رویہ بھی بڑا سخت ہو گیا تھا۔ حتی کہ جو خود صوفی نہیں تھے اور صاحب کشف نہیں تھے وہ تصوف کے خلاف کام کرتے تھے۔ تصوف کو بھی ایک رواج یا ایک خرابی کا سبب سمجھتے تھے۔ اس لئے کہ تصوف کے نام پر جعل سازی بہت ہو گئی تھی اور حضرت رحمت اللہ تعالی علیہ بھی ان متشد دین میں سے تھے جو صوفیوں اور تصوف کے خلاف رہے۔

کسی کام کے سلسلہ میں آپ تشریف لے گئے وہاں حضرت خواجہ عبدالرحیم رحمت اللہ علیہ سے آپ کی ملاقات ہو گئی انہوں نے فرمایا یار میں عالم تو ہوں نہیں لیکن بات چل رہی تھی برزخ کی حیات کی اور اہل قبور سے بات کرنے کی۔ تو انہوں کہا بھئی مولانا آپ دلائل دیں اس موضوع پر حضرت رحمت اللہ علیہ دلیلیں دے رہے تھے کہ یہ ممکن نہیں ہے برزخ ایک الگ جہان ہے' دنیا الگ' دنیا والوں کا برزخ والوں کے ساتھ کیا تعلق؟ حضرت عبدالرحیم نے کہا یار میں مولوی تو ہوں نہیں لیکن میں یہ جانتا ہوں کہ میرے شیخ جو ہیں وہ دفن ہیں' میں دنیا میں زندہ ہوں میں تو ساری باتیں ان سے پوچھ کے کرتا ہوں اور سارے معاملات میں میری رہنمائی فرماتے ہیں' مجھے سبق بھی پڑھاتے ہیں' مجھے اللہ اللہ بھی سکھاتے ہیں' مجھے مراقبات بھی کراتے ہیں آپ کہتے ہیں ایسا ہو نہیں سکتا اب جو ہو رہا ہے میرے ساتھ اس کا انکار میں آپکی دلیلیں سن کر کیسے کروں؟ یہ اتنی وزنی دلیل تھی کہ اس نے حضرت رحمتہ اللہ علیہ جیسے عظیم اور مضبوط انسان کو ہلا کر رکھ دیا کہ یہ بندہ جھوٹ بولنے والا نہیں ہے اور یہ جس سادگی سے اور جو کچھ کہہ رہا ہے اسے رد کرنا آسان نہیں۔ انہوں نے فرمایا پھر باباجی اگر آپ کے ساتھ ایسا ہو سکتا ہے تو پھر میرے ساتھ بھی ہونا چاہئے پھر میں بھی تو امتی ہوں۔ انہوں نے کہا مولانا آپ بھی آ جائیں' آپ بھی کریں اللہ اللہ' آپ کو بھی کشف ہو سکتا ہے۔ یہ تھی آپ رحمت اللہ تعالی علیہ کی ذکر الہی کی ابتدا اور پھر جیسا کسی کا مزاج ہوتا ہے' سخت مزاج لوگ کسی کام کی طرف جب لگتے ہیں پوری سختی سے لگتے ہیں۔ آپ رحمت اللہ علیہ نے جب شروع کیا تو پندرہ سال تک سوائے ذکر اذکار کے آپ نے کوئی کام نہیں کیا۔ رات رات بھر'

دن دن بھر شیخ کے پاس رہنا۔ چھ چھ مہینے' تین تین مہینے بعد گھر کا چکر لگایا۔ زمیندار تھے' زمین سے آمدن آ جاتی تھی' دال روٹی چلتی رہتی تھی پندرہ سال اس حال میں گزر گئے۔ آپ رحمت اللہ علیہ صاحب حال ہو گئے۔ صاحب مشاہدات ہو گئے' مکاشفات ہو گئے' سب کچھ ہوا پندرہ سال کے بعد آپ آ کر اپنے گھر' اپنی مسجد میں رہنے لگے لیکن وہاں بھی رویہ وہی تھا جیسے شیخ کے پاس رہنے میں تھا۔

تب آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ذکر کے بعد میں حاضر ہوا۔ دربار نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لگا ہوا تھا فنا فی الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جیسے معمول کی حاضری ہوتی ہے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے مجھے مخاطب نہیں فرمایا لیکن میں حاضر کھڑا تھا میں سن رہا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارکہ دنیوی حیات میں بھی تھی کہ جب کوئی بات کسی کی ناپسند آتی تو عموماً" سارے جلسے سے خطاب فرما کر بات کرتے تھے کہ یہ بات اچھی نہیں ہے کسی ایک آدمی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نامزد نہیں فرماتے تھے کہ تم نے یہ اچھا نہیں کیا یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزاج عالی تھا۔ یہ کرم تھا' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزاج میں عفو و درگزر تھی کہ ایک بندہ شرمندہ نہ ہو یا اس پر بوجھ نہ آ جائے۔ اجتماعی صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے تھے اور وہ بندہ محسوس کر لیتا تھا کہ یہ قصور مجھ سے ہوا ہے۔

تب ملک تقسیم ہو گیا تھا اور بڑا زور تھا شیعیت کا یہ ملکی تاریخ کا حصہ ہے میں اس میں پڑنا نہیں چاہتا لمبی بات ہو جائے گی۔ تو شیعہ کے بڑے مقابلے' بڑے نامور علماء' بڑے جلسے' بڑی اخباریں' بہت کچھ ہو رہا تھا۔ اور اہل سنت کی طرف سے مقابلے کے کوئی خاص لوگ نہیں تھے۔ سستی تھی' تساہل تھا' سیٹلمنٹ ہو رہی تھی' مہاجر آ رہے تھے کہیں جگہیں مل رہیں کوئی اپنے لگے ہوئے تھے تو حضرت رحمتہ اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں میں بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے کہ اسلام اگر یہ ایک عمارت ہے تو اس میں اینٹیں پتھر نہیں لگے بلکہ میرے صحابہ کی ہڈیاں لگی ہیں۔ اس میں مٹی اور پانی کا گارا نہیں لگا بلکہ میرے صحابہ کا گوشت اور ان کا خون لگا ہے تب یہ عمارت جا کر بنی ہے۔ آج لوگ سر بازار سر عام میرے صحابہ پر طعن کرتے ہیں۔ ان کی توہین کرتے ہیں۔ انہیں مرتد بتاتے ہیں' انہیں کافر کہتے ہیں اور علماء گوشہ نشین ہیں اور ذکر اور مراقبے کرتے ہیں کہ ہمارا کشف خراب نہ ہو لیکن یہ یاد رکھیں کہ کل میدان حشر میں انہیں میرے سامنے بھی آنا ہے مجھے اپنے صحابہ کی عزت سے کسی کا کشف زیادہ عزیز نہیں ہے۔ یہ وہ دن تھا جب ایک عالم جو سارا میدان چھوڑ کر گوشہ نشین ہو گیا تھا وہ اپنا گوشہ چھوڑ کر میدان میں اتر آیا اور پھر پوری زندگی آپ رحمتہ اللہ علیہ نے وصال تک' چوراسی برس کی عمر تک آپ نے ویل چیئر (wheel chair) پر بیٹھ کر بھی کام کیا' خطاب کیا' لوگوں سے ملے' مناظرے کئے' مقابلے کئے' جلسے کئے' ساری ساری رات معمولات ہوتے تھے' ذکر اذکار ہوتے تھے' سارا سارا دن جلسے ہوتے تھے' سفر ہوتا تھا' ایک جگہ سے دوسری جگہ دوسری سے تیسری جگہ اور زمانہ ایسا تھا ہر جگہ بس (ذرائع آمد و رفت) نہیں ہوتی تھی' پیدل جایا کرتے تھے۔ پھر لڑائیاں ہوتی تھیں' مقابلے ہوتے تھے' تحفظ نہیں ہوتا تھا۔ آج کل کی طرح اپنی حفاظت کا ذمہ اللہ کے سپرد اور خود کرنا پڑتا تھا غریب لوگ ہوتے تھے' اہل سنت جو بلاتے تھے وہ کھانے کو نہیں دے سکتے تھے۔ کرایہ نہیں دے سکتے ہوتے تھے۔

بلکہ ایک جگہ ایک مناظرے کے لئے حضرت رحمتہ اللہ علیہ وآلہ وسلم اور میں صرف ہم دو بندے گئے تو ان کے پاس دو بندوں کو کھانا دینے کا اہتمام نہیں تھا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے لئے تو ہم کر لیں گے اور آپ کے لئے گاؤں میں کسی سے مانگ لیں گے۔ کوئی روٹی دال دے جائے گا تو ہو جائے گا گزارا۔ نہ بستر تھا' نہ چارپائی

تھی۔ فرش پر، کچے فرش پر میں نے رات گزاری۔ اور حضرت رحمتہ اللہ علیہ کو ایک چار پائی مہیا ہوئی اور صبح ہم نے بہت بڑے معرکے کا جلسہ کیا، فارغ ہوئے، جب وہاں سے نکلے تو بس کے اڈے پر ان اہل سنت نے گاؤں کے لوگوں نے مل کر بیس روپے ہمیں دئے حالانکہ وہاں آنے جانے کا خرچہ اس سے زیادہ تھا۔ انہوں نے مجھے پکڑائے میں نے لے تو لئے خاموشی سے لیکن مجھے بات پسند نہ آئی کہ یار بھوکے بھی رہے، سونے کو بھی جگہ نہیں ملی، کرایہ بھی پلے سے دو، کیسے گزارا ہو گا؟ تو جب بس نکل پڑی، چل پڑی وہ لوگ چلے گئے تو حضرت رحمت اللہ علیہ نے مجھے فرمایا کہ تیرے چہرے سے ناگواری نظر آتی ہے لیکن ان کا احسان ہے کہ وہ بیس روپے دے گئے ہم نے ان کے باپ کا کام نہیں کیا یہ کام ہماری ذمہ داری ہے، یہ ہمارے ذمے لگا ہوا ہے۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہم کر رہے ہیں۔ اگر وہ بیس نہ بھی دیتے تو بھی ہمیں کرنا تھا۔ تو بے وقوف ہے شکر کر بیس روپے تو دے گئے، کچھ تو کام ہو گیا، کچھ تو مدد کر دی انہوں نے ہماری اس مشاہدہ بار گاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس ضمن میں کام کرنے کا یہ طریقہ کار تھا ہمارا۔

بڑی مدت یہ سلسلہ چلنے کے بعد پھر ارشاد ہوا کہ لوگ اب باتوں سے تحریروں سے اور تقریروں سے گزر چکے ہیں اب اعلان کر دیجئے اور جو آئے اسے اللہ اللہ سکھایئے شاید یہ لوگوں کی اصلاح کا سبب بن جائے اب لوگ بیانات سن کر تقاریر سن کر واہ واہ کر دیتے ہیں لیکن ان میں تبدیلی نہیں آتی تب یہ اذن عام ہوا اور حضرت رحمت اللہ نے جلسوں میں اعلان فرمایا۔ جماعت کی تشکیل ہوئی پھر سالانہ اجتماعات شروع ہوئے۔ تب سے لیکر اب تک کے حالات آپ کے مشاہدے میں ہیں اور جتنے اہم فیصلے ہوئے آپ کے علم میں ہیں۔ بیعت ظاہری نہیں ہوتی تھی (۱۹۷۰) ستر کے آخر میں، اٹھتر اناسی میں پھر یہ بات پیش کی گئی کہ لوگ جاہلوں، بد کاروں اور رواجی پیروں کے بیعت کر لیتے ہیں اور اس میں پھنسے رہتے ہیں تو ظاہری بیعت بھی کی جانی چاہئے۔ خود ہم لوگوں نے جو تیس تیس برس کے خدمت میں موجود تھے اس زمانے میں ظاہری بیعت پھر ہم نے بھی کی اور ساری جماعت نے بھی پھر یہ ظاہری بیعت کا سلسلہ شروع ہوا۔

حضرت رحمت اللہ تعالیٰ علیہ جب دنیا سے سفر آخرت کی تیاری فرما رہے تھے تو جو دوست موجود تھے لنگر مخدوم کے اجتماع میں انہیں یاد ہو گا حضرت رحمت اللہ علیہ نے بڑے واضح الفاظ میں فرما دیا تھا کہ میری اور آپکی یہ آخری ملاقات ہے پھر ہم یہاں جمع نہیں ہونگے اور میرے بعد جماعت کا نظام (تقریر کاپی موجود ہو گی) مشائخ کے حکم کے مطابق ایسے ایسے چلایا جائے گا۔ اس کے بعد حضرت رحمت اللہ علیہ کا وصال ہو گیا۔ حضرت رحمت اللہ علیہ کا وصال ایک بہت بڑا حادثہ تھا جماعت کے لئے اس تنظیم کے لئے اس سلسلے کے لئے۔ اور آپ رحمت اللہ علیہ کے وصال کے بعد بہت سے حادثات کا ہمیں سامنا کرنا پڑا بہت سے نامساعد حالات میں سے گزرنا پڑا۔ لیکن الحمدللہ رب کریم کا احسان ہے اس نے توفیق بخشی، اللہ نے ہمیں ہمت دی، ہمارے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی اور مصیبتیں اور تکلیفیں اور حادثے ایک ایک کر کے نامراد موجوں کی طرح ہمارے قدموں سے ٹکرا کر واپس جاتے رہے اور الحمدللہ آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ روئے زمین پر ایک منظم سلسلہ ذکر موجود ہے۔

جب ہم مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مراقبے سے فارغ ہوئے، دعا ہوئی، ایک ساتھی تھے انہوں نے عرض کی حضرت مجھے آج جو کچھ سمجھ آیا آپ کو وہ کہنے لگا جی ایک جوان آدمی تھا، بڑا خوبصورت اور بڑا قیمتی لباس تھا اس کا اور وہ بڑا شور کر رہا تھا اور اجازت لے رہا تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری بڑی توہین ہو گئی ہے اور مجھے بڑا رسوا کیا جاتا ہے، مجھے ذلیل کیا جاتا ہے، میری مخالفت ہوتی ہے، میری اہمیت نہیں رہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے

اجازت دیں میں اس ملک سے چلا جانا چاہتا ہوں وہ کون تھا؟ حضرت رحمت اللہ علیہ نے فرمایا آپ کا مشاہدہ صحیح ہے لیکن آپ کو سمجھ نہیں آئی' وہ کوئی انسان نہیں تھا وہ اسلام تھا۔ وہ اللہ کا دین تھا جو اس سر زمین سے نکل جانا چاہتا ہے کہ یہاں ایک عام آدمی بھی میری تذلیل کرتا ہے میری مخالفت' مجھ پر پھبتیاں کستا ہے' میں یہاں نہیں رہنا چاہتا۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہیں دی اور فرمایا نہیں انتظار کرو تمہیں یہیں رہنا ہو گا۔ یہ وہ وقت تھا جب جماعت کی حضرت رحمت اللہ علیہ کو تشکیل کے لئے اور ہر آنے والے کو ذکر الہی سکھانے کے لئے حکم ہوا کہ کچھ لوگ تو ایسے پیدا ہو جائیں جن کے دل میں اس جانے والے کا واقعی احترام ہو اور اسے یہاں رہنے کے لئے کوئی دل' کچھ سینے' کچھ افراد' کچھ لوگ تو میسر آ جائیں۔ یہ تھی جماعت کی تشکیل کی بنیاد۔ اور یہ بھی حضرت رحمت اللہ علیہ کے اس مشاہدے پر مبنی تھی۔ اس سلسلے میں پھر بیعت ظاہری آئی۔ اس کے بعد سارے حالات کے آپ بھی گواہ ہیں میرے ساتھ۔

اب جماعت کا جو دائرہ کار ہے وہ اس سے زیادہ وسیع ہو گیا اور جماعت محض مراقبات ذکر اذکار سے نکل کر میدان عمل کی طرف چل پڑی۔ آخر کیوں؟ کیا کسی کے دل میں یہ خیال آ گیا کہ وہ اس سے سیاسی فائدہ اٹھائے؟ یا کسی کے دل میں یہ خیال آ گیا کہ اس طرح حکومت سے کوئی چندہ یا پیسے وصول کئے جائیں؟ یا اقتدار میں شراکت کی جائے؟ کیا بات ہوئی؟

بات یہ ہوئی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پسند فرمایا کہ تم لوگ اب اپنی ابتدائی تربیت سے نکل کر میدان میں حصہ لو اور اس مسافر کو' جسے یہاں قیام کی اجازت دی گئی ہے اسے اس ملک کا سلطان بناؤ۔ اس کا حق ہے۔ اسے یہ زیب دیتا ہے' وہ حاکم بنکر رہتا ہے' محکوم بنکر نہیں رہتا' نہ رہ سکتا ہے۔ دین اللہ کے ارشادات کا نام ہے اور ارشادات الہیہ کا کام حکومت کرنا ہے' اپنے آپ کو منوانا ہے' کسی کے ساتھ سمجھوتہ کر کے رہنا نہیں ہے۔ یہ وہ موڑ تھا جب جماعت کو "الاخوان" کے سانچے میں ڈھالا گیا۔ میں حرم بیت اللہ شریف میں حاضر تھا۔ ہم طواف کے بعد سعی کر رہے تھے۔ صفا پر کھڑے ہو کر بیت اللہ شریف کی طرف منہ کر کے دعا کی جاتی ہے جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو میں نے دیکھا (حالانکہ آگے برآمدوں کی ڈاٹیں ستونوں کے درمیان سے کوئی جھلک نظر آجاتی ہے۔ بیت اللہ کی لیکن مشاہدات میں مادی چیزیں درمیان سے ہٹ جاتی ہیں) ایک نور کی تجلی جو بیت اللہ سے اٹھی' ایک شعلہ لپکا (باب فتح وہ دروازہ ہے جس دن مکہ مکرمہ فتح ہوا تھا تو جس دروازے سے نبی علیہ الصلوۃ والسلام حرم میں داخل ہوئے تھے اس کا نام آج بھی باب الفتح ہے) باب الفتح کے اوپر جاکر وہ تجلی' وہ شعلہ جو چھوٹا سا لپکا تھا' ایسے پھیلتا گیا' پھیلتا گیا اس کے اوپر جاکر پورا گلوب بن گیا۔ روئے زمین کا پورا نقشہ بن گیا اس پر کسی پرنور ہاتھ نے سبز جھنڈا لے کر اس کے اوپر گاڑ دیا جس کے اوپر مہر نبوت تھی۔ جھنڈے کے درمیان میں مہر تھی جس میں لکھا ہوا تھا محمد رسول اللہ۔

میں نے اس سے یہ اخذ کیا کہ یہ جھنڈا' ہرا جھنڈا اور اس میں مہر نبوت' اس جھنڈے کو اٹھا کر روئے زمین پر اسلام کی عظمت منوانے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ یہ میری سمجھ تھی' اس کا شعور رب کریم نے مجھے دیا اور میں نے یہ سمجھا۔ میرا چونکہ مشاہدہ ذاتی تھا اور صاحب کشف اپنے کشف اپنے کشف کے ماننے کا مکلف ہوتا ہے جب کہ وہ حدود شرعیہ کے اندر ہو۔ اگر حدود شرعیہ سے متصادم ہو تو اتباع' شریعت کا کیا کیا جائے گا۔ اسے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اسے مشاہدے میں غلطی لگی لیکن حدود شرعیہ کے اندر ہی نہیں یہ زمانے کی ضرورت کے بھی مطابق تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس عہد میں ایسے لوگ جنہیں براہ راست کوئی حکم دینا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پسند فرمالیں وہ تاریخ ساز لوگ ہوتے ہیں۔ یہ ایسے افراد ہونگے جنہیں آنے والوں کی آنکھیں بھی ترسا کریں گی کہ کاش اس بندے سے ملاقات کی ہوتی' کاش یہ زمانہ ہم نے دیکھا ہوتا' یہ معمولی بات نہیں

ہے کہ اس دور کے کسی بندے، کسی فرد کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنا شرف بخشیں کہ انقلاب زمانہ پر اس سے بات کرنا پسند فرمایا۔ آپ سمجھتے ہیں؟ اس شخص کو کیا سمجھتے ہیں؟ وہ کیا سمجھتا ہے اس زمانے کے سلاطین کو؟ امراء کو؟ حکومتوں کو؟ نظاموں کو؟ اس کے لئے کیا ہے سپر پاورز؟ کون امریکہ ہے؟ اور کون رشیہ (روس) اور کون کوئی دوسرا ہے؟ کوئی کافر طاقت، دنیا کی کوئی طاغوت طاقت اس کے قدموں کی دھول کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتی اور نہ ایسا شخص کسی کو پرکاہ حیثیت دینے کے لئے تیار ہوتا ہے۔ آپ روئے زمین کی سلطنت ایسے شخص کے قدموں میں ڈھیر کر دیں۔ اسے وہ خاک عزیز ہوتی ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوتوں کے تلوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس کے مقابلے میں اسے دنیا کی سلطنت کی ضرورت نہیں ہوتی۔

اور جن ساتھیوں کو اللہ نے فنا فی الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مراقبات سے نوازا ہے ان کے دل سے پوچھئے کہ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک لمحے کی حاضری سارے جہان کی نعمتوں سے کتنی بھاری اور کتنی قیمتی ہے؟

میرا اپنا ایمان ہے کہ یہ مہر نبوت والا سبز جھنڈا انشاء اللہ اس ملک پر، اس ملک سے باہر، عالم اسلام پر اور عالم اسلام سے ہوتا ہوا اپنے زمانے کی پوری دنیا پر، پوری شان و شوکت سے لہرائے گا۔ اسے کوئی نہیں روک سکتا۔ یہ کسی فرد کی حکومت کے لئے نہیں۔ کسی شخص کے اقتدار کے لئے نہیں ہے، کسی ایک جماعت کو چندے دینے کے لئے نہیں ہے، یہ اللہ کی عظمت کے لئے ہے، یہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے ضابطہ حیات کے لئے ہے اور خوش نصیب ہیں وہ لوگ، بڑے صاحب قسمت ہیں وہ لوگ، جو اس کی ترویج میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں گے۔ یہ ان کی سعادت ہے اور یاد رکھئے۔ جب کسی کام کو کرنے کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔

اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ○ (یٰسین ۸۲)۔ جب طے ہو جاتا ہے۔ بارگاہ باری میں کہ یہ کام ہو گا تو پھر صرف اللہ حکم دیتے ہیں "ہو جاؤ" اور وہ کام ہو جاتا ہے۔ یہ اس کا احسان ہے کہ اپنے کسی بندے کو موقع بخشے کہ وہ زندگی کے گناہوں کی تلافی کرنا چاہے تو وہاں اپنی زندگی کو، اپنے وسائل کو، اپنی ذات کو، اپنے علوم کو، اپنی کوششوں کو، قربان کرے ورنہ وہ قادر ہے یہ کام انشاء اللہ ہو گا۔ خدانخواستہ ہم نہیں کریں گے کسی اور کو توفیق دے دے گا۔

عَسٰی اَنْ یَّاْتِیَ اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ قادر ہے وہ چاہے کسی اور قوم کو توفیق دے دے گا اور وہ دیوانہ ہو جائے گی اللہ کی محبت میں۔

وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ۔ کسی طعنے دینے والے کے طعنوں کی پرواہ نہیں کرے گی۔ دیوانوں کی طرح نفاذ اسلام کا کام کر گزرے گی۔ موقع ہے، مت جانے دو خوش نصیب ہیں آپ لوگ کہ اس زمانے میں منشا نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ تک پہنچانے کے وسائل آپ کو اللہ نے میسر فرما دیئے۔

آپ کیا سمجھتے ہیں کہ اللہ کا کوئی بندہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ بول سکتا ہے۔ جو کچھ میں نے کہا ہے پوری ذمہ داری سے کہا ہے کسی کو سمجھ آئے یا نہ آئے کسی کا کوئی علمی اعتراض اس پر وارد ہوتا ہو یا اس کے مزاج کا؟ تو اسے اجازت ہے وہ اس کی اپنی پسند ہے۔ ؎

تیری جدا پسند ہے میری جدا پسند
تجھ کو خودی پسند ہے مجھ کو خدا پسند
تیری جدا پسند ہے میری جدا پسند

اپنا اپنا راستہ ہے اپنی اپنی پسند ہے۔ انشاء اللہ العزیز یہ سبز پرچم بلند سے بلند تر ہوتا چلا جائے گا۔ میری اپنی دلی آرزو، میری اپنی دلی خواہش یہ ہے کہ اس کی سلطنت دیکھنے کا موقع نصیب ہو۔ میری دلی آرزو یہ ہے، میں یہ دعا کرتا

ہوں بلکہ پچھلے دنوں جب میں زیادہ بیمار ہوا' ہسپتال گیا ڈاکٹر پریشان تھے میں نے کہا یار گھبراؤ نہیں کیونکہ مرنے کا کوئی پروگرام نہیں ہے۔ بیماری آنا جانا الگ بات ہے۔ اللہ قادر ہے۔ وہ موت دے دے تو مفر نہیں ہے لیکن کوئی تھوڑی سی بھی گنجائش اگر ہوئی تو مرنے کا پروگرام نہیں ہے چونکہ مر تو لیں گے۔ مرنا تو ہے یہ کرنے کا کام ہے یہ کر جائیں پھر مرنا تو ہے مرنے سے کس کو انکار ہے؟ لیکن ابھی فرصت نہیں ہے انشاء اللہ ہم اس سبز پرچم کو اور اس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہر نبوت کو روئے زمین پر لہرا کر رہیں گے۔

حیرت ہوتی ہے مجھے اس تاریخی حقیقت پر۔ کبھی جب میں خود بھی سوچتا ہوں کہ وصال نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد چودہ سو سال بعد یہ خوش نصیب جماعت ہے جس سے بارگاہ نبوی سے مہر نبوت کا پرچم عطا ہوا ہے۔ بڑے بڑے نیک' بڑے بڑے بہادر بڑے بڑے جرنیل' بڑے بڑے سلطان گزر گئے لیکن مہر نبوت کا پرچم صرف ہمارے حصے میں آیا۔ وصال نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آج تک کسی کو خیال بھی نہیں گزرا۔ کسی کے ذہن میں بھی یہ بات نہیں آئی' کیا یہ ایک منفرد حقیقت نہیں ہے؟ کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ یہ قافلہ کوئی نرالہ قافلہ ہے' یہ کوئی انوکھی بات ہے' یہ کوئی بالکل الگ سی داستان ہے۔ یہ وہ عام تحریک نہیں ہے' عام موومنٹ نہیں ہے کسی بندے کے خلاف' کسی حکومت کے خلاف' کسی ادارے کے خلاف' کسی مولوی' کسی عالم' کسی پیر' کسی رئیس کے خلاف نہیں۔ یہ غیر اسلامی تہذیب کے خلاف' اسلام کے جانثاروں کا قافلہ ہے۔ اگر غیر مسلم کو اپنی تہذیب رکھنے کا حق حاصل ہے تو مومن کو بھی حق حاصل ہے کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطا کردہ تہذیب کے دائرہ کار کو اپنا کر اس کے اندر زندہ رہے۔ یہ ہمارا حق ہے۔ یہ کسی کے ساتھ جھگڑا نہیں ہے' کسی سے کچھ چھیننا نہیں ہے بلکہ یہ ہمارا حق ہے کہ ہم اس طرح سے جئیں جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھایا۔ ہم وہ سیاسی عمل اپنائیں جو خلفائے راشدین نے دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل کر کے ہم وہ طریق معیشت اپنائیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی ریاست کو دیا تھا۔ ہماری فوج' ہماری عدلیہ' ہماری پولیس کا کردار وہ ہو جو خلافت راشدہ میں پولیس' فوج کا' عدالت کا کردار تھا' جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم فرمایا جو اللہ کی کتاب میں موجود ہے کیوں نہ ہو؟ کیا دلیل ہے اس کی کہ ہمیں اس سے محروم رکھا جائے؟ کیوں اس کا مطالبہ ہم نہ کریں؟ اگر یہ نہیں ہو گا تو پھر ہمارے ہونے کا مقصد کیا ہے؟ اگر نہیں ہوتا تو پھر ہم نہیں ہوں گے' یہ ضرور ہو گا انشاء اللہ۔

یہ تھا وہ تعارف جو بعض سنجیدہ ذہنوں میں اور بعض مخلص ساتھیوں کے ذہنوں میں ایک مخمصہ سا ہے کہ شاید ایک تصوف کی جماعت کو ہم نے سیاست کی راہ پہ ڈال دیا ایسی بات نہیں۔ جماعت ہمارے باپ کی نہیں ہے' جماعت ہماری جاگیر نہیں ہے' ہم جماعت کے مالک نہیں ہیں' جماعت انہی کی ہے جنہوں نے یہ بنوائی ہے' جنہوں نے اسے ترتیب دیا ہے اور جو آج تک اس کے امور کی نگہداشت فرما رہے ہیں۔ انہی نے اس کو "الاخوان" میں ڈھالا ہے میں نے نہیں۔ ۔

انہیؐ کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات ان کی
انہی کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات ان کی
میرا فقط ہاتھ چل رہا ہے انہی کا مطلب نکل رہا ہے
انہی کا مضمون' انہی کا کاغذ' قلم انہی کا' دوات ان کی

ہم تو محض ایک نمونہ ہیں آپ کے سامنے۔ ایک چپڑاسی' ایک چوکیدار' ایک ہرکارہ' جو ایک بارگاہ سے چٹھی یا حکم لے کر اس کے متعلقین تک پہنچا دیتا ہے اور بات ختم۔ کسی کو مراقبات نصیب ہوتے ہیں' کسی کو فنا فی الرسول نصیب ہوتا ہے کسی کو فنا بقا نصیب ہوتا ہے' کسی کو بیعت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (روحانی) نصیب ہوتی ہے' تو

اس میں میرا کوئی احسان نہیں۔ میں اپنے پلے سے کسی کو کچھ نہیں دیتا' نہ میرے پاس دینے کو کچھ ہے۔ دینے والا اللہ اور اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ہے۔ لینے والے اللہ کے بندے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی ہیں۔ ہم تو ایک ڈاک گھر ہیں۔ درمیان میں۔ ہم تو ایک چوکیدار یا چپڑاسی یا ایک میسنجر MESSENGER پیغام پہنچانے والے ہیں۔ اور جو وہاں سے آتا ہے وہ آپ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔ جو آپ کی طرف سے آتا ہے وہ اللہ وہاں پہنچاتا رہتا ہو گا۔ ہم نے کبھی کسی کی بات نہیں کی' کوئی ناخوش گوار بات آئے یا خوش گوار' ہمیں یہ خبر ہے کہ سرکاری ہرکاروں کو سارے لوگ اچھا بھی نہیں کہتے' سارے لوگ برا بھی نہیں کہتے۔ جس کے حق میں فیصلہ ہو جاتا ہے وہ دعائیں دیتا ہے جس کے خلاف ہو جاتا ہے وہ ناراض ہوتا رہتا ہے۔ لیکن ہرکارہ نہ اس کی خوشی میں خوش ہوتا ہے نہ اس کی ناراضگی میں ناراض ہوتا ہے۔ اسے اپنی نوکری سے کام ہوتا ہے۔ وہ اپنی ملازمت کا بندھا ہوا ہوتا ہے۔ وہ اپنے مالکوں کی طرف دیکھتا رہتا ہے۔ کہ وہاں خیریت رہے باقی سب خیریت ہے۔

سو اپنا اپنا کام ہے۔ آپ اپنی ذات کے مکلف ہیں۔ آپ اپنے کام کے مکلف ہیں۔ آپ نے بھی جانا ہے وہیں ہم بھی وہیں ہوں گے۔ ہر ایک نے اپنا اپنا پیش کرنا ہے کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے کیا سمجھا؟ کیا سوچا؟ اور کیا کیا؟

میرے پاس یہ آپ کی امانت تھی' یہ وضاحت میں نے آپ کو پہنچا دی۔ میں امید کرتا ہوں' انشاء اللہ آپ کا "الاخوان" کا مجلہ بھی آ گیا ہے' المرشد بھی ہے' میری دونوں سے التماس ہے کہ میری ان باتوں کو اپنی اشاعت میں جگہ دیں تاکہ زیادہ سے زیادہ ساتھیوں تک پہنچ جائے۔ آپ سے میری گزارش یہ ہے کہ اپنے اپنے نمبر بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بناؤ کہ تم نے کتنے لوگوں کو اس راستے پر آمادہ سفر کیا ہے؟ کس حد تک وقت دیا ہے؟ کس حد تک مالی قربانی دی ہے؟ کس حد تک علم سے ساتھ دیا ہے؟ کس حد تک عمل سے ساتھ دیا ہے؟ اللہ تمہارا گواہ ہے اور تمہاری وفاؤں پر مجھے کبھی شبہ نہیں ہوا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ تمہاری وفائیں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مثالی ہیں۔ اللہ ان میں زیادتی کرے۔ بتقاضائے بشریت جو ہم سے قصور ہو جاتے ہیں اللہ کریم درگزر فرمائے اور دنیا اور آخرت کی رسوائی اور محرومی سے اپنی پناہ میں رکھے۔

اسلام امن کیلئے

از شیخ المکرم، حضرت مولانا محمد اکرم صاحب مدظلہ العالی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ○ فَاِنْ عَصَوْکَ فَقُلْ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ○
(الشعراء - ۲۱۵ تا ۲۱۶)

اللہ جل شانہ کی حکمت کہ مرور زمانہ نے' زمانے کی روش نے' دنوں مہینوں سالوں اور صدیوں نے مسلمان کو کہاں سے اٹھایا اور کہاں جا پٹکا۔ چھوٹے چھوٹے واقعات جب ہم پڑھتے ہیں مثلاً" ایک صحابیؓ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوئے تو سرخ رنگ کی چادر اوڑھ رکھی تھی آپ نے پسند نہیں فرمائی کہ یہ اچھی نہیں لگ رہی۔ کچھ دن بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھ لیا کہ بھائی وہ تمہاری چادر پھر نظر نہیں آئی۔ "یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے جلا دی تھی۔" فرمایا آپ کسی خاتون کو دے دیتے' بیوی کو دے دیتے۔ مردوں کے لئے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ فرمایا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بات مردوں' عورتوں کی نہیں تھی۔ بات یہ تھی کہ وہ چیز آپؐ کو پسند نہیں آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناگوار گزری تو جو چیز آپ کو ناگوار گزرے اگر ہمارا بس چلے تو اسے مٹا دینا ہی بہتر ہے۔ یہ بظاہر ایک چھوٹی سی بات ہے۔ ایک چادر کی بات ہے لیکن اس تعلق کو' محبت کے اس درجے کو' جو صحابہ کرامؓ کو نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے تھا' ظاہر کرتی ہے۔

ایک صحابی عشاء پڑھ چکتے تو انہیں بچہ لینے آتا اور ہاتھ پکڑ کر گھر لے جاتا اور فجر کی نماز کے وقت مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھوڑنے آتا سارا دن وہ اپنا کام کرتے۔ کسی نے پوچھ لیا کہ آپ کی رات کی نظر خراب ہے؟ فرمایا نہیں۔ پوچھا بچہ چھوڑنے آتا ہے لینے آتا ہے۔ فرمانے لگے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عشاء کی نماز جب پڑھاتے ہیں تو جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرہ مبارک میں جاتے ہیں، تو میں آنکھ بند کر لیتا ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کو دیکھوں اور بوقت فجر تب مجھے پتہ چلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرہ مبارک سے باہر تشریف لے آئے۔ جب اقامت ہوتی ہے تو میری پہلی نگاہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پڑتی ہے پھر دن بھر میں دیکھتا رہتا ہوں۔

یہ بظاہر چھوٹے چھوٹے واقعات ہیں لیکن یہ اس رشتے کو' اس تعلق کو ظاہر کرتے ہیں جو (اگر یہاں مسلمانوں کو کہا جائے تو بڑا اچھا رہے گا) کبھی مسلمانوں کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھایا۔ لیکن آج ہم چلتے چلتے ایک ایسے جنگل میں' ایک ایسے ویرانے میں' ایک ایسے صحرا میں پہنچ گئے ہیں کہ بڑی عجیب بات ہے' مجھے بڑی حیرت ہوتی ہے کہ ہمارے اچھے بھلے دانشور' صحافی' ادیب' شاعر' اچھا بھلا جو پڑھا لکھا طبقہ ہے معاشرے کا ان سے جب

بات ہوتی ہے تو وہ کہتے ہیں مولانا یہ آپ جو اسلام کی بات کرتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے لوگ یہ نہیں مانیں گے۔ یہ تو کیا اسلام نہیں آنا چاہئے؟ نہیں آنا چاہئے تو پھر کیسے آئے گا؟ وہ کہتے ہیں لوگوں کو اسلام بتاؤ نہیں کسی اور بات پہ پیچھے لگا لو۔ جوش اور جذبے میں انقلاب آ جائے گا۔ تو اسلام نافذ کر دو۔ عجیب بات ہے۔ یعنی جو لوگ اسلام کے لئے قربانی نہیں دینا چاہتے' جو لوگ اسلام کے نفاذ کی تمنا نہیں رکھتے' جو لوگ خود اسلام سے آزاد رہنا چاہتے ہیں ان پر اسلام نافذ کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ اور پھر اللہ کریم' کی غیرت گوارا کرے گی کہ جو لوگ اسلام نہیں چاہتے انہیں اسلام نصیب ہو جائے؟ کیسے ممکن ہے؟ غیر الٰہی بھی تو کوئی چیز ہے۔ اور اسلام اور کفر میں سے ایک راستہ پسند کرنے کا ہی تو اختیار بندے کو دیا ہے۔ اگر بندہ اپنی حیات کے لئے' اپنے معاملات کے لئے' اپنے سیاسی امور کے لئے تو کفر کی گود میں پناہ لیتا ہو اور سمجھتا رہے کہ وقت بے وقت دو چار نمازیں پڑھ لیں تو بات بن گئی! اللہ قبول کرے اور بن جائے بات لیکن بنتی نظر نہیں آتی چونکہ اصل بات صرف ذاتی عبادت نہیں ہے اصل بات معاملات ہوتے ہیں اور میدان عمل کی زندگی ہوتی ہے۔ تو جس بندے کو ہم بہت نیک سمجھتے ہیں شاید وہ ذاتی زندگی میں نیک ہو یا نہیں لیکن جب وہ معاملات میں' لین دین میں' میدان عمل میں آئے گا تو پتہ چلے گا کہ بندہ کس کیٹیگری کا ہے؟ کس حیثیت کا ہے؟ آج تو دنیا میں دو ارب یا دو سو کروڑ مسلمان ہیں۔

مدینہ منورہ میں چھوٹی سی اسلامی ریاست تھی۔ تین ہزار گھروں کی آبادی تھی۔ اور دشمن بھی وہیں گھات لگائے ہوئے بیٹھا تھا۔ یہود کے بڑے بڑے قبائل وہاں موجود تھے۔ اہل مکہ کے ساتھ جنگ چل رہی تھی اور بہت ضرورت تھی اسلام کو افراد کی' بندوں کی' سپاہیوں کی' جاں نثاروں کی' جانبازوں کی' غیرت الٰہی نے یہ گوارا نہیں کیا کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت نہیں کرنا چاہتا چلو نہ کرے لیکن انہیں اسلامی سپاہ میں داخل کر لیا جائے' وہ مسلمانوں کی طرف سے لڑیں نہیں' فرمایا! ارشاد ہوتا ہے۔

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ

یعنی اپنی شفقت' اپنے کرم کا دروازہ' اپنے بازوئے مبارک وا رکھئے ان لوگوں کے لئے جو مسلمانوں میں سے' مومنین میں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں' جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع کرنا چاہتے ہیں' جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرنا چاہتے ہیں' انہیں آپ بے شک سینے سے لگا کر رکھئے لیکن **فَإِنْ عَصَوْكَ** اس حالت جنگ میں بھی' اس حال میں کہ جب ایک ایک بندہ بڑا قیمتی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت نہیں کرنا چاہتا اسے بتا دیجئے **فَقُلْ إِنِّي بَرِيءٌ مِمَّا تَعْمَلُونَ** میں تجھ سے بیزار ہوں اور تیرے عمل سے بھی میرا کوئی تعلق نہیں۔

یعنی اگر مدینہ منورہ کی حیات میں جو انتہائی مشکل وقت تھا اسلامی ریاست پر اور جو نہایت کٹھن دور تھا' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غیرت الٰہیہ حکم دے رہی ہے کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی اپنائے' اسے تو گلے سے لگائیے لیکن اگر کوئی یہ نہیں چاہتا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرے تو اسے کہہ دیجئے کہ مجھے بھی تمہاری ضرورت نہیں ہے۔

بھلا آپ آج اندازہ لگائیں ایسا کون ہے جو یہ نہ چاہتا ہو کہ اسلام نافذ ہو؟ اور اللہ اسے توفیق دے اور اس پر اسلام نافذ ہو؟ مگر یہ کیسے ممکن ہے؟ اور یہ عجیب منطق میری سمجھ میں نہیں آتی۔ اسلام نافذ ہو گا یا نہیں' یہ اللہ کی مرضی۔ ہم لوگوں کے نصیب۔ کیا ہماری قسمت میں ہے یا نہیں ہے؟ ہمارا خلوص ہمارا ایثار کس درجے کا ہے کس درجے کا نہیں ہے؟ اگلے لمحے کیا ہونے والا ہے؟ یہ رب العلمین جانتا ہے۔ اور وہ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ لیکن ہماری آزمائش تو یہ ہے کہ کیا ہم اسلام چاہتے بھی ہیں یا نہیں؟ اور اگر چاہتے ہیں تو کس حد تک چاہتے ہیں؟ اس کے لئے ہم کتنی قربانی دے رہے ہیں؟ کتنی قربانی دے سکتے

ہیں؟ جہاں تک ہمارے اپنے ذاتی امور کا تعلق ہے جن کے فیصلے ہم کرتے ہیں کیا ان میں اسلام نافذ ہے؟ وہ فیصلے کرتے وقت ہمیں احساس ہوتا ہے کہ ہم امت ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات کا' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کا پاس رکھنا ہے؟ اور اگر نہیں ہوتا تو میرے بھائی کیسے اسلام نافذ ہو گا؟ کہا یہ جاتا ہے کہ روئے زمین پر صرف مسلمانوں پر مصیبت آئی ہوئی ہے اور مسلمان مبتلائے عذاب ہیں۔ ہر طرف صرف مسلمان قتل ہو رہے ہیں لیکن آخر اس کی کوئی وجہ ہونی چاہئے۔ کون کرتا ہے قتل مسلمانوں کو؟ غیر مسلم' کافر کیوں کرتے ہیں؟ اس لئے کہ مسلمان اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر کافروں سے اپنی امیدیں وابستہ کئے ہوئے ہیں۔ مسلمان تو فخر سمجھتے ہیں کافروں جیسا حلیہ بنانا۔ کافروں جیسا لباس پہننا' کافروں جیسے کھانے بنانا' کافروں کے انداز میں بات کرنے پر بھی فخر سمجھا جاتا ہے۔ اپنی ذات سے لے کر قومی معاملات تک دنیا کے کسی مسلمان ملک کے پاس اسلام کا قانون نہیں ہے۔ دنیا کے کسی مسلمان ملک کے پاس اسلام کا نظام نہیں ہے۔ دنیا کے کسی مسلمان ملک کے پاس اسلامی تعلیمات کا کوئی اہتمام نہیں ہے۔ بڑی بڑی یونیورسٹیاں ہیں اور بڑے بڑے امیر اور دولت مند ملک ہیں مسلمانوں کے۔ ان کے پاس سرمایہ بھی ہے اور ان کے پاس بڑی بڑی یونیورسٹیاں بھی ہیں مگر جہاں کہیں اسلام پڑھایا جاتا ہے وہاں قرآن و حدیث کا مفہوم نہیں سمجھا جاتا وہاں وہ ایک ٹیپی کل (TYPICAL) اسلام' ایک خاص اسلام جو پڑھانے والوں کے مفادات کا تحفظ کرتا ہے' جو اس حکومت کے اپنے مفاد میں بات جاتی ہے' جو ان حکمرانوں کا تحفظ کرتا ہے' جو ان کے کردار کا تحفظ کرتا ہے' پڑھایا جاتا ہے۔

تو کیا ایسا اسلام جو ہے وہ اسلام کہلانے کا مستحق ہے؟

پھر روئے زمین پر کسی مسلمان ملک کو' کسی مسلمان معاشرے کو یہ توفیق نصیب نہیں ہے کہ وہ اپنا معاشرتی نظام یا اپنا معاشی نظام یا اپنا سیاسی نظام جو ہے اسے اسلام کے مطابق ڈھالے اور اگر اسلام کے پاس معاشی نظام نہیں ہے' اگر اسلام کے پاس سیاسی نظام نہیں ہے اگر اسلام کا تعلیمی نظام مس فٹ ہے تو پھر اسلام کس قابل ہے؟ اسے مذہب کیوں مانا جائے؟ مذہب کی بنیادی بات یہ ہوتی ہے کہ وہ انسان کی ذات' اس کے حقوق' اس کے معاملات' اس کی جان' اس کی آبرو کی حفاظت کرے۔ کسی کی جان اور کسی کی آبرو کی حفاظت کے لئے ایک معاشرہ اور معاشرتی اصول تشکیل دیئے جاتے ہیں۔ ایک قانون بنتا ہے' ایک سوسائٹی بنتی ہے' حکومت کا ایک طریقہ' ایک انداز بنتا ہے' انصاف کی عدالتیں بنتی ہیں۔ اور انسانی مزاج ہے یہ کہ دنیا میں سب سے زیادہ مقدس' سب سے زیادہ نیک' سب سے زیادہ اللہ کے مقرب بندے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے مگر عدالتوں میں انہیں بھی جانا پڑتا تھا' وہ بھی انسان تھے' ان میں بھی بعض باتوں میں اختلاف ہو جاتا تھا۔ جھگڑا ہو جاتا تھا۔ انہیں بھی عدالتوں میں جانا پڑتا تھا۔ ان پر بھی قانون نافذ ہوتا تھا۔ انہیں سزائیں بھی ملتی تھیں' وہ بری بھی ہوئے۔ انسانی معاشرے کا ایک اصول ہے کہ یہ عدالتیں جو ہوتی ہیں یا یہ عدالتی نظام جو ہوتا ہے یہ ضامن ہوتا ہے فرد کی جان' مال اور آبرو کا۔ جہاں تک اس کے مال کا تعلق ہے مال کے تحفظ کے لئے معاشی نظام ہوتا ہے مثلاً" حکومت نے ہم کاشتکاروں کی جائیداد پہ ایک اسلامی قانون نافذ کر دیا کہ بیٹے اور بیٹی کو باقاعدہ جائیداد میں جو ان کا شرعی حصہ ہے وہ دیا جائے۔ کتنے سال ہو گئے اس قانون کو نافذ ہوئے کوئی زمیندار بیٹی کو حصہ دینے پہ تیار ہی نہیں۔ شادی سے پہلے ان سے انتقال کروا لیتے ہیں۔ مرنے کے بعد ان سے انتقال کروا لیتے ہیں۔ بھائیوں کے نام منتقل ہو جاتا ہے بچی دے دیتی ہے بیٹیاں کیوں دے دیتی ہیں۔ آخر؟ اس لئے کہ ہم انہیں دینا نہیں چاہتے۔ اسلام کا نظام ایسا تھا کہ زمین بھی کسی ایک شخص کے پاس جمع نہ ہو جائے بلکہ تقسیم ہوتی رہے۔ اگر کسی کی بیٹی اس کا حصہ لے کر جاتی ہے تو اس

کے گھر جو بچی آئے گی وہ بھی اپنا حصہ لے کر آئے گی۔ تو اس طرح معاشرے میں چند نیوڈل لارڈ نہ بن جائیں بلکہ وہ روٹیٹ کرتی رہے۔ سب کے پاس آتی جاتی رہے۔ اسی طرح اسلام نے دولت کے نظام میں ایسا سسٹم دے دیا زکوۃ کا' صدقات نافلہ کا کہ وہ چلتی پھرتی رہے اور ایک جگہ جمع نہ ہو جائے' جب ایک جگہ جمع ہو جائے گی تو وہ ساری خرابیوں کی جڑ بنے گی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اسلامی حکومت کے لئے ہمارے مطالبے میں کیا جان ہے کہ جب ہم اپنی سگی اولاد کو اپنی سگی بیٹی کو وہ چند مرلے زمین جو ہمیں اللہ نے وراثت میں دی (ہم نے اس میں کوئی تیر نہیں چلایا) وراثت میں ہمیں مل گئی تھی دینے پر تیار نہیں۔ عجیب بات ہے اللہ ہم پر رحم فرمائے جب یہ انگریز آیا اور اس نے وہ قانون نافذ کیا تب سے ہماری زمینیں غلط طور پر ورثاء میں آ رہی ہیں اور تب سے خواتین اپنے اس حق سے محروم ہیں اور تب سے ہم اس کی ساری آمدن حرام کھا رہے ہیں۔ زمین پر جب کسی کا حق بنتا ہو اور اسے نہ دی جائے تو اس کے محاصل حرام ہوتے ہیں۔ جن بندوں کو حرام کھاتے ہوئے کوئی خوف نہیں آتا اور جو قوم آئندہ بھی اسے بس کرنے پر تیار نہیں ہے بتائیے اس پر کون سا اسلام نافذ ہو گا؟ کس کیٹیگری کے ہیں وہ لوگ؟ یہ وہ ہمارا رویہ ہے جو دین اسلام کے ساتھ ہے کہہ دیتے ہیں "بیٹی لینا نہیں چاہتی" آج تک کسی بیٹے نے نہیں کہا میں لینا نہیں چاہتا۔ یعنی آج تک کسی کاشتکار کے بیٹے نے بھی کہا ہوتا کہ نہیں جی میں جائیداد نہیں لینا چاہتا۔ صرف بیٹی کہتی ہے ہمیشہ اور سب کی کہتی ہے۔ وہ لینا چاہتی ہے ہم دینا نہیں چاہتے۔ اور پھر بڑے مزے سے اسے کمپنسیٹ کیا جاتا ہے کہ ہم نے بھی جہیز میں اتنا دیا تھا ہم نے زیورات اتنے دے دیئے تھے۔ وہ تو تم نے اپنی نمائش کے لئے دیے تھے۔ بھائی وہ تو تم ادھار لے کر بھی دے دو گے لوگوں پہ رعب جھاڑنے کے لئے کہ اتنی کرسیاں میں نے دیں' اتنے بسترے دیئے' اتنے برتن دیئے' اتنے زیور دیئے وہ اس کا حق تو نہیں دے رہے۔ اور اس کا کوئی مطالبہ تو نہیں ہے تمہارے پاس کہ زمین کے بدلے جہیز دے دو پھر اگر وہی دینا ہے تو اس کے حصے کی زمین بیچ کر اسے دے دو پتہ چلے آپ نے کتنا حق دیا ہے۔ کوئی نہیں دیتا۔

تو قابل فکر بات یہ ہے کہ جب لوگوں کو ذاتی طور پر قبول اسلام کی' اطاعت پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طلب نہیں رہتی تو ان کے لئے بڑا سخت ضابطہ ہے۔ رب العلمین کا فرمایا۔ فَقُلْ اِنِّی بَرِیْءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ان سے کہہ دیجئے کہ میں تمہارے کردار سے بیزار ہوں' میرا کوئی رشتہ نہیں ہے تمہارے ساتھ۔ بات نفاذ اسلام کی نہیں ہے بات جو میں کرنا چاہتا ہوں وہ اس فکر کی ہے کہیں ہم اس زد میں تو نہیں آ گئے۔ ہم اپنے طور پر دعویٰ اسلام کرتے رہے ہمارا معاشی نظام' غیر اسلامی ہے' ہمارا سیاسی نظام غیر اسلامی ہے' ہمارا عدالتی نظام غیر اسلامی ہے' تعلیمی نظام غیر اسلامی ہے تو پھر اسلام کہاں ہے ہمارے پاس؟ وہ کون سا اسلام ہے جسے ہم نے گلے لگا رکھا ہے؟ اور یہ سمجھنا کہ غیب سے کوئی طاقت آئے گی اور وہ فوراً" اسلام نافذ کر دے گی۔ کوئی بھی غیب سے نمودار نہیں ہو گا۔ کوئی آسمان سے نہیں ٹپکے گا۔ کوئی زمین سے ایسا دس فٹ کا بندہ نہیں نکل آئے گا' اگ نہیں آئے گا۔ یہ ذمہ داری میری اور آپ کی ہے۔ ہم سب پر فرض ہے' ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اپنے معاشرے کو (جب ریاست اسلامی ہے) اسلام کے مطابق رکھے۔ یہ ہم پر فرض ہے اور اس کے بغیر ہمارا کوئی چارہ کار ہی نہیں۔ پھر اللہ کریم کے جو قوانین ہیں اور اس کے جو ارشاد ہیں اور اس کے جو ضابطے ہیں وہ عجیب ہیں۔ اللہ کے بڑے حکیمانہ اور بڑے سیدھے اور بڑے کھرے کھرے اصول ہیں۔ اب اللہ بھی ہیرا پھیری کرنے لگے تو سچ کون بولے گا؟ لہٰذا وہ بڑی ٹھوس اور کھری بات کرتا ہے۔ آج تو مسلمان دنیا کی سب سے زیادہ آبادی والی قوم ہے۔ دنیا میں اس وقت ایک سو اکیس کے قریب اقوام شمار ہوتی ہیں۔ ایک سو اکیس اقوام کی تعداد چھ ارب یا چھ سو کروڑ

کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے جس میں ایک ایک قوم مسلمان دو سو کروڑ یا دو ارب ہیں۔ اندازہ کیجئے کہ ایک سو بیس قومیں مل کر چار ارب بنتی ہیں اور صرف مسلمان دو ارب کی ایک قوم۔ تو یہ دو ارب کی میجارٹی (اکثریت) جو ہے اسے چھوٹی چھوٹی اقلیتیں کیوں کچل رہی ہیں؟ چھوٹی چھوٹی اقوام کے سامنے کیوں رسوا ہے؟ اس لئے کہ جو حال کبھی کافر کا تھا آج ہمارا ہے۔

نبی علیہم الصلوۃ والسلام کو اللہ کریم نے بتایا تَحۡسَبُهُمۡ جَمِيۡعًا" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کافروں کی طاقت بڑی متحد نظر آتی ہے۔ وَقُلُوۡبُهُمۡ شَتّٰى ان کے دل الگ الگ ہیں۔ بڑے بڑے لشکر جب اُمڈ کر آئے مدینہ منورہ پر اور سارے عرب کے قبائل کو اکٹھا کیا گیا تو ارشاد ہوا کہ "ان کی کثرت کو نہ دیکھیں۔" تحسبهم جميعا" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی جمعیت نظر آتی ہے، بڑے متحد اور متفق حالانکہ حال یہ ہے وَ قلوبهم شتّٰى ان کے دل الگ الگ ہیں۔ ان میں سب بھاگنے والے ہی ہیں۔ جب مرنے کی باری آئے گی تو ہر کوئی یہی چاہے گا میں بچ جاؤں دوسرا مرے۔ یہ جو اس زمانے کے کافر کا حال تھا یہ آج کے مسلمان کا حال ہے۔ آج مسلمان ہمیں گنتی میں تو دو سو کروڑ یا دو ارب نظر آتے ہیں لیکن ہر ایک کی سوچ الگ ہے، ہر ایک کی طلب الگ ہے، ہر ایک کی محبت کا مرکز الگ ہے، ہر ایک کا قبلہ الگ ہے۔ وَ قلوبهم شتٰى" سب کے دل الگ الگ ہیں۔ لیکن کیا اندریں حال اس قوم کو چھوڑ دیا جائے؟ ان لوگوں کو ڈوبنے دیا جائے؟ جو ہو رہا ہے وہ ہونے دیا جائے؟ اس کی اجازت نہیں ہے۔ جو آپ، جو ہم نہیں کر سکتے ہم اس کے مکلف نہیں ہیں لیکن جو ہم کر سکتے ہیں اس کے مکلف ہیں۔ اور وہ ہمیں کرنا ہو گا۔ اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے اور بغیر کسی ایچ پیچ کے، بغیر کسی ہیرا پھیری کے سیدھا سیدھا اسلام اپنانا ہو گا۔ لیکن جو بندہ اپنی ذاتی زندگی میں اسلام پر عمل کرنا پسند نہیں کرتا اس سے یہ امید رکھنی کہ وہ نفاذ اسلام کے لئے بڑی کوشش کرے گا، بڑی محنت کرے گا، بڑا جہاد کرے گا عبث ہے۔ کیا کرے گا؟ خاک کرے گا۔ جو اس کے اپنے بس میں ہے اس پر عمل نہیں کرتا تو کسی دوسرے سے کروانے میں کون سی جان لڑا دے گا۔

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رستم کو چٹھی لکھی تھی۔ رستم وہ آخری جرنیل تھا جو یزدگرد نے میدان میں اتارا۔ ایرانین گورنمنٹ کا بہت مانا ہوا سپہ سالار اور آخری جرنیل تھا۔ جب سارے شکست کھا گئے تو یزدگرد نے رستم کو بھیجا اور یہی آخری جنگ ثابت ہوئی۔ جب رستم کو شکست ہوئی تو وہ ایمپائر ہی گر گئی تو میدان جنگ میں جو بات چلی اس میں حضرت خالدؓ نے جو چٹھی بھیجی تھی رستم کو اس میں ایک جملہ لکھا تھا بڑا خوبصورت کہ ہماری جنگ تمہاری دولت کے لئے، تمہارے ملک کے لئے، تمہاری سلطنت کے لئے نہیں۔ اللہ کی زمین پر اللہ کی عظمت قبول کر لو، مسلمان ہو جاؤ تو ہم بھائی ہیں۔ اپنی حکومت کرو۔ اپنا ملک رکھو، اگر مسلمان ہونا پسند نہیں ہے تو تم بحیثیت کافر بھی اپنی سلطنت میں اپنی پسند کا قانون نافذ نہیں کر سکتے تمہیں اللہ کے بندوں پر ظلم کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ یار کیا عجیب قوم تھی، کیسے دیوانے لوگ تھے کہ دوسروں کو کہتے کہ تم اپنی سلطنت میں بندوں کے ان حقوق کا تحفظ کرو جو اسلام انہیں دیتا ہے اور اس کے لئے تم ہمیں ٹیکس دو گے، جزیہ دو گے اور ہمارے بندے اس کی نگرانی کریں گے کہ تم ظلم اور زیادتی تو نہیں کر رہے۔ تم پر کوئی مصیبت آئے گی ہم تمہارا تحفظ کریں گے۔ تم پر کوئی حملہ ہو گا ہم اس کا دفاع کریں گے۔ لیکن تمہیں تابع ہو کر رہنا ہو گا۔ حکومت اپنی رکھو، سلطنت اپنی رکھو ہم تم سے صرف وہ ٹیکس لیں گے جو اس نگہداشت کے لئے جزیہ کی صورت میں دو گے۔ کتنی عجیب بات ہے اور اگر نہیں تو تلوار فیصلہ کر دے گی۔ میدان تو سامنے ہے اور فرمایا لیکن رستم یہ بات یاد رکھو۔

اِنَّ مَعِيَ قَوۡمٌ يُحِبُّوۡنَ الۡمَوۡتَ كَمَا يُحِبُّوۡنَ الۡفَارِسَ الۡخَمۡرَ۔ میرے ساتھ وہ قوم ہے جو موت کو اس

سے زیادہ محبوب رکھتی ہے جتنا تیری سپاہ شراب سے محبت کرتی ہے۔ میرے پاس وہ سپاہی ہیں جو زندہ رہنے کے لئے نہیں آئے۔

میں اگلے دن ایک مووی (فلم) دیکھ رہا تھا مجھے بات پسند آئی۔ ایک آدمی کے ساتھ دس بارہ سپاہی تھے۔ دوسرے کے پاس جدید اسلحہ بھی تھا' کچھ موٹریں بھی تھیں' سپاہ بھی زیادہ تھی تو وہ اس سے بات کرتا ہے کہ تم اب سرنڈر کر دو۔ (ہتھیار پھینک دو تم گھیرے جا چکے ہو اور تمہارے پاس اب لڑنے کے چانس (مواقع) نہیں ہیں۔ سرنڈر کر دو اس نے کہا کیوں سرنڈر کر دیں مقابلہ کیوں نہ کریں؟ کہنے لگا تمہارے پاس بندے کم ہیں' ہتھیار کم ہیں۔ اس نے کہا ایک بات مجھے بتاؤ تمہارے پاس جو زیادہ سپاہی ہیں کیا یہ مرنے کے لئے تیار ہیں۔ میرے ساتھ جو مٹھی بھر ہیں یہ سارے مرنے کے لئے بیٹھے ہیں۔ بڑی عجیب بات کی اس نے' اس نے کہا جو میرے ساتھ یہ مٹھی بھر سپاہ ہے یہ مرنے کے لئے آئی ہے۔ ہم تمہیں فتح کرنے کے شوق میں نہیں بیٹھے۔ ہم مرنے کے لئے بیٹھے ہیں۔ کیا تمہارے سپاہی بھی مرنا پسند کریں گے؟

یہ وہ بات تھی جو مسلمان نے حقیقت آشنا ہو کر پائی کہ راہ حق میں مرنا' مرنا نہیں ہے یہ حیات جاوداں ہے' یہ زندگی ہے' یہ دوام ہے۔ اب اگر شور شرابے کی بات ہو' لوگوں کو لوٹنے کی بات ہو' راہ چلتے لوگوں کی بسیں جلانے کی بات ہو تو جلوس نکل گیا کہ اسلام نافذ کرو۔ ایک غریب کی بس جلا دی' کسی کی دکان لوٹ لی' کسی کو گولی مار دی' یہ تو اسلام نہیں ہے۔ اس نفاذ اسلام کے لئے تو ہمیں اپنے ایک ایک کیریکٹر' ایک ایک کردار کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنا ہو گا۔ اور اس کے ساتھ پھر راتوں کو اٹھ کر دعائیں کرنا ہوں گی کہ یا اللہ ہمارا خلوص اس پائے کا نہیں ہے جیسا تیری بارگاہ میں چاہئے۔ ہماری محبت اس پائے کی نہیں ہے جیسی تیرے محبوبؐ کی شان کو لائق ہے' ہماری طلب اس پائے کی نہیں ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے مطابق ہو۔ لیکن بہرحال ہم جیسے بھی ہیں طالب تو ہیں۔ ہم پر بھی رحم فرما۔ ہمیں قبول فرما لے۔ جب تک یہ جذبہ ہم میں نہیں آتا تب تک کوئی بات بننے کی نظر نہیں آتی۔ کسی فساد کا نام اسلام نہیں ہے بلکہ اسلام تو دنیا میں آیا ہی فساد مٹانے کے لئے تھا۔ اور تاریخی اعتبار سے اسلام کو یہ فخر حاصل ہے کہ وہ مورخ جنہیں اسلام نے قبول نہیں کیا' بھی اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ روئے زمین پر کوئی انسانی ضابطہ نہیں تھا جب اسلام آیا۔ پوری انسانیت کو ضابطہ اخلاق دیا ہی اسلام نے ہے۔ کیا آپ نے کبھی سوچا؟

آج سپر پاورز کی بات ہوتی ہے۔ آج کی سپر پاورز کی کوئی حیثیت نہیں۔ آج اٹامک (ایٹمی) دور ہے اور اگر اڑھائی بندے بھی پہلے ایٹم فائر کر دیں تو سپر پاور دھری کی دھری رہ جائے' وہ زمانہ جب اسلام کا ظہور ہوا وہ دست بدست لڑائی کا تھا اور دنیا میں قیصر و کسریٰ دو ایسی سپر پاورز تھیں کہ جن کے حکم کے خلاف سوچنا بھی ممکن نہیں تھا۔ قیصر کے ایک ایک گورنر کے پاس ڈیڑھ لاکھ فوج ہوتی تھی اور تین لاکھ' چار لاکھ' پانچ لاکھ' سات لاکھ بندے فوراً میدان میں لے آنا۔ اس کے لئے کوئی مشکل نہیں ہوتا تھا۔ اسلام کے پاس تھا کیا؟ چند سرفروش صحرا نشین بدوی جن کے پاس نہ باقاعدہ اسلحہ تھا' نہ کسی یونیورسٹی میں ٹریننگ ہوئی جنگ کی' نہ جنھوں نے کوئی ٹیکٹکس پڑھے' نہ جنھوں نے کوئی تربیت حاصل کی۔ ایک بندہ ریوڑ چھوڑ کر' اونٹوں کا گلہ چھوڑ کر آیا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرما دیا صبح جو سریہ جا رہا ہے اس کی قیادت تم کرو گے اور وہ جرنیل بن گیا اور وہ واقعی جرنیل ثابت ہوا۔ پوری تاریخ سے کہئے کہ کوئی ایک جرنیل' ناکام جرنیل بتائے۔ یہ کیسی عجیب بات ہے ہے کیسے وہ بن گیا؟ اس میں کیسے گٹس (اوصاف) آ گئے لڑائی کے؟ فن حرب کی اونچ نیچ اس نے کیسے سمجھ لی؟ کیسے اسے یہ سمجھ آ گئی؟ بظاہر لڑتا تو سپاہی ہے لیکن دراصل کمانڈر لڑتا ہے۔ سپاہی جان دیتا بھی ہے جان لیتا بھی ہے۔ لیکن اگر کمانڈر نہ لڑ سکے تو سپاہی کا لڑنا ضائع جاتا ہے۔ اس

کا جان دینا بھی اکارت جاتا ہے تو وہ جو شام کو اونٹوں کا گلہ چھوڑ کر آیا تھا وہ صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جرنیل بنا دیا تو وہ کیسے کامیاب جرنیل ثابت ہوا؟ اس کے لئے تھوڑا سا پیچھے جائیں آپ تو دیکھیں۔

فرعون اور موسیٰ علیہ السلام مقابلے میں آ گئے۔ فرعون نے کہا جی آپ علیہ السلام جادوگر ہیں اور جادو کے زور سے یہ سب کرتے ہیں تو ہم بھی جادوگر بلائیں گے اور میدان میں مقابلہ ہو گا۔ ساری رعیت دیکھے گی اور فیصلہ ہو جائے گا۔ بڑے بڑے مانے ہوئے جادوگر مصر کے اکٹھے کئے گئے۔ اب ان جادوگروں کا سارا خلوص فرعون کے ساتھ تھا۔ مقابلے میں جانے سے پہلے انہوں نے فرعون سے یہ طے کیا۔ **لنا لاجرا" ان کنا نحن الغلبین** ۔ اگر ہم جیت گئے تو ہمارے لئے خاص انعام ہو گا۔ اس نے کہا بے شک۔ **انکم اذا لمن المقربین** ○ میں تمہاری ایک سیٹ بنا دوں گا' دربار میں تمہارا اپنا ایک بندہ وہاں بیٹھا کرے گا۔ میں تمہاری منسٹری بنا دوں گا۔ تمہیں دربار میں جگہ دی جائے گی۔ لیکن جب مقابلہ ہوا تو انہوں نے عظمت موسوی علیہ السلام کو قبول کر لیا اور موسیٰ علیہ السلام کو نبی مان لیا۔ موسیٰ علیہ السلام کی اور جادوگروں کی بات نہیں ہوئی۔ موسیٰ علیہ السلام نے انہیں تبلیغ نہیں کی' ان سے کوئی تقریر نہیں کی' انہیں کچھ بتایا نہیں عقائد کے بارے' جب انہوں نے ایمان قبول کرنے کا اعلان کیا تو فرعون نے کہا کہ یہ تو بھئی بڑی زیادتی کی تم لوگوں نے۔ تم جانتے نہیں ہو کہ میرا عذاب میری سزا کتنی سخت ہوتی ہے؟

لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَکُمْ وَ اَرْجُلَکُمْ مِّنْ خِلَافٍ۔

میں تمہارا ایک طرف کا پاؤں کاٹوں گا اور دوسری طرف کا ہاتھ کٹوا دوں گا۔

وَلَاُصَلِّبَنَّکُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ۔ اور کھجور کے تنوں کے ساتھ تمہیں رسیاں ڈال کر لٹکوا دوں گا اور تم تڑپ تڑپ کر جان دے دو گے اور تم تین تین دن تڑپتے رہو گے' خون بہتا رہے گا' تم چلاتے رہو گے' وہ کہنے لگے کہ جو کر سکتا ہے تو کر گزر۔ **فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ** اس سے بھی زیادہ کچھ ہو سکتا ہے تو تو کر لے اس لئے کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے اب تک جو نبی علیہ السلام کی مخالفت کی اس کا کفارہ ہو جائے گا۔ اور ہم سرخرو ہو کر اللہ سے ملیں گے۔ اللہ کی بارگاہ میں سب نے حاضر ہونا ہے وہاں دیکھا جائے گا کہ سزا کس کو ملتی ہے اور نجات کس کو ملتی ہے؟ کون سرخرو ہوتا ہے اور کون ذلیل؟ اور آخرت کے وہ وہ حقائق انہوں نے بیان کئے جو انہیں کسی نے پڑھائے نہیں تھے۔ یہ برزخ کی میدان حشر کی کیفیات انہوں نے کس سے پڑھ لیں؟ اس خلوص سے ایمان لائے کہ جو کمال' جو علم نبی علیہ السلام کے قلب میں تھا وہ ان کے قلوب میں منتقل ہو گیا۔ بغیر کسی ظاہری استاد کے جو علوم کا خزانہ موسیٰ علیہ السلام کے سینے میں موجزن تھا اس کا کچھ نہ کچھ حصہ ان کے سینوں میں بھی منتقل ہو گیا۔ اس خلوص' اس محبت' اس ایمان لانے میں ان کی زبان پر بھی جاری ہو گیا۔ اسی طرح وہ لوگ جرنیل بنتے تھے۔ جو خلوص لے کر وہ آتے تھے کمالات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں بھی منتقل ہو جاتے تھے اور جسے جو فرما دیا وہ وہی بن گیا۔ ان میں استعداد تھی' وہ سینہ چیر کر رکھ دیتے تھے۔ عرب جیسے بھی تھے۔ (مخالفت بھی کی تو انہوں نے ڈٹ کر کی اور اگر اطاعت کی تو اس کی بھی انتہا کر دی) ہماری آپ کی طرح نہیں تھے کہ نماز بھی پڑھ لی' چوری بھی کر لی' سود بھی کھا لیا' سیاسی نظام غیر اسلامی اس میں بھی گزارا کر لیا' عدالتی نظام کافرانہ اس میں بھی گزارا کر لیا اور میرے خیال میں اب بہت ہو چکا پچاس برس نصف صدی بڑا عرصہ ہوتا ہے تین نسلیں گزر جاتی ہیں۔ تقسیم ملک کے وقت ہم بچے تھے۔ ہماری اب تیسری نسل جا رہی ہے۔ ہم جو اس وقت لڑکے تھے یا سکول پڑھتے تھے یا بچے تھے۔ اب ہماری تیسری نسل دنیا میں موجود ہے۔ پوتے پوتیاں ہماری موجود ہیں اور اب تک ہم سنبھل نہیں سکے۔ بلکہ ہم نے وہ جذبہ ہی کھو دیا جو تقسیم ملک کا سبب بنا تھا۔ ہر بندہ بک رہا ہے۔ کسی کی

تھوڑی قیمت ہے کسی کی ذرا زیادہ۔ چھوٹے چھوٹے مفادات، چھوٹی چھوٹی امیدوں، چھوٹی چھوٹی آرزوؤں کے پیچھے ہر بندہ بک رہا ہے۔

یار ایسا کرو اپنی امیدوں کو رب العلمین سے وابستہ کرو اور رب العلمین سے امیدیں وابستہ کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ غیر مشروط اطاعت کی جائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور صدق دل سے خلوص سے کی جائے ورنہ اللہ کا حکم موجود ہے اور میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ بڑا مشکل وقت تھا، بڑا کڑا وقت تھا۔ مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست پر ارشاد باری ہوا۔ **واخفض جناحک لمن اتبعک من المومنین۔** میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر ہم اس کا بامحاورہ ترجمہ کریں تو یہ بنے گا کہ " جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کا حق ادا کرتے ہیں انہیں سینے سے لگا کر رکھئے۔ **واخفض جناحک۔** اپنے بازو کھول دیجئے یعنی انہیں سینے سے لگا کر رکھئے لیکن اگر کوئی تیری اطاعت نہیں کرنا چاہتا **فان عصوک** اگر کوئی تیرا اتباع نہیں کرنا چاہتا نافرمانی کرتا ہے تو انہیں اعلان کر دو۔ **انی بریٔ مما تعملون** ، میں تم سے اور تمہارے کردار سے بیزار ہوں۔ میرا تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لمحے بھی اسلام نے مصلحت پسندی نہیں کی کہ لوگوں کو کچھ کہہ کہا کر ساتھ تو رکھا جائے پھر جب فتح ہو گی تو دیکھا جائے گا۔ پھر انہیں کوٹ کاٹ کر سیدھا کر لیں گے۔ نہیں سیدھی سیدھی بات کی اللہ کریم نے۔

آج بھی اگر ہماری قسمت میں، اگر اس ملک کی قسمت میں، اگر اس معاشرے کی قسمت میں نور اسلام ہے تو نفاذ اسلام انہی ہاتھوں کو نصیب ہو گا جو خلوص سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کر لیں گے اور جو ہیر پھیر کر، ایچ پیچ کر، مختلف داؤ پیچ لگا کر سمجھیں کہ اس طرح اسلام نافذ ہو جائے گا۔ اسلام نافذ اس طرح نہیں ہو گا، ہیرا پھیری سے نافذ نہیں ہو گا، جھوٹ بولنے سے نافذ نہیں ہو گا، دھوکا دینے سے نافذ نہیں ہو گا بلکہ سیدھا سیدھا نافذ کیا جائے گا۔ اور ضرورت اسی کی ہے۔ یہ بھی ایک جہاد ہے کہ آپ مسلمانوں کو یہ احساس دلایئے، اپنے بھائیوں کو، اپنے دوستوں کو۔ ہماری یہ مصیبت ہے کہ جو خود نماز شروع کر لیتا ہے وہ کہتا ہے کہ اب ہم تو بے فکر ہو گئے ہم تو بڑی عبادت کر رہے ہیں کوئی کرتا ہے یا نہیں ہمیں کیا؟ نہیں، ایسی بات نہیں ہے۔ بلکہ ہم ایک وجود کا حصہ ہیں۔ میں بھی آپ بھی، دو سو کروڑ کے ایک وجود کا دو سو کروڑواں حصہ ہیں اور اگر آپ اتنا وسیع نہیں سوچ سکتے تو اس ملک میں جو بارہ کروڑ لوگ رہتے ہیں ان کا بارہ کروڑواں حصہ تو ہیں نا۔ تو اس حصے کو، اس اجتماعی وجود سے الگ مت سمجھئے بلکہ اگر یہ ایک حصہ درست ہے تو اسے چاہئے کہ اپنے ساتھ کے حصے کو درست کریں۔ اسے چاہئے کہ اپنے ساتھ کے حصے پر محنت کریں۔ تو یہ بارہ کروڑ سپاہ بن سکتی ہے۔ بارہ کروڑ کا ایک لشکر بن سکتا ہے۔ جسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی لیکن بھائی سیدھا سیدھا کوئی مصلحت مندانہ انداز میں نہیں۔ اللہ کریم ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائیں۔ ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائیں۔

ہمیشہ مسلمانوں پر بھروسہ کرو، کہ جس دل میں ایمان ہو وہ دوسرے مومن کا بھلا سوچتا ہے اُس کے دکھ پر دکھ محسوس کرتا ہے اور اُس کی راحت پر خوش ہوتا ہے۔ اور اے مومنین! اگر تم صبر کرو یعنی کوئی مشکل بھی سامنے ہو تو بجائے کفار پر اعتماد کرنے کے صبر کرو اور اطاعتِ الٰہی کو شعار بناؤ تو اُن کا فریب تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا کہ اُن کے اعمال بھی اللہ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ ہاں اگر تم خود ہی اُن کی جھولی میں جا گرو یا اللہ کی نافرمانی شروع کر دو تو پھر بات دوسری ہے۔ گویا گناہ صرف آخرت کی مصیبت ہی نہیں لانا، دنیا کی ذلت اور پریشانی بھی عدمِ اطاعت کا پھل ہے جس طرح اطاعت کا پھل اطمینان اور دلی راحت ہے۔

(حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ)

حضرت المکرم مدظلہ العالی

عبادت کیسی ہو

تصوف اور سلوک ذکر و اذکار یہ عبادات میں اثر اور روح پیدا کرنے کے لئے ہیں اس کا سبب ہیں۔ عبادات فرائض یہ اساس اور اصل ہوتے ہیں عبادات تعمیر ذات کے لئے ہیں اپنا ذاتی تعلق اللہ کریم کے ساتھ استوار رکھنے کا سبب اللہ کی عظمت اور بندے کے احتیاج کے اظہار کا سبب ہیں یہ سارا کچھ جو ہے یہ اس لئے ہے کہ بندہ واقعی بندہ بن سکے اور اس کے بندہ ہونے کا امتحان میدان عمل میں ہے۔

ہماری روز مرہ کی زندگی میں ہے ہمارے میل ملاقات میں ہے ہمارے کاروبار میں ہے ہماری سوچ اور فکر میں ہے وہاں جا کر نتیجہ نکلتا ہے کہ اس شخص نے حج ادا کیا اس شخص نے زکوۃ دی اس شخص نے روزے رکھے اور دیکھو اس کی عملی زندگی کتنی خوبصورت ہو گئی اور یہ جھوٹ نہیں بولتا یہ حرام نہیں کھاتا بھوکا رہ لیتا ہے یہ چوری نہیں کرتا یہ بد دیانتی نہیں کرتا اس کا کردار کتنا اعلیٰ ہو گیا نتیجہ وہاں جاکر ہو گا۔ لیکن اگر محض ورزش کی جائے نماز ایک ورزش بھی تو ہے نا کہ آدمی اٹھتا ہے بیٹھتا ہے دائیں بائیں گردن کو پھیرتا ہے رکوع کرتا ہے سجدہ کرتا ہے یہ ایک ورزش بھی تو ہے اگر دن میں صرف پانچ دفعہ ہاتھ منہ دھویا جائے اور ورزش کی جائے اٹھا بیٹھا جائے تو ممکن ہے اس سے بھی صرف جسمانی صحت کو فائدہ ہو گا کچھ نہ کچھ فائدہ بدن کو تو ہو گا لیکن کردار پر اس کا اثر نہیں ہو گا۔ اس لئے کہ وہ عبادت نہیں ہے ورزش ہے قرآن حکیم نے جو معیار بتایا وہ بالکل یہی ہے

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ۔ نماز بے حیائی سے اور برائی سے روک دیتی ہے یعنی نماز کا نتیجہ جو میدان حشر میں ہو گا وہ اللہ کے پاس ہے اللہ بڑا کریم ہے وہ بے نمازوں کو بخش دے تو اسے کوئی روک تو نہیں سکتا اس نے اعلان کر دیا کہ میں کافر کو نہیں بخشوں گا۔ یہ اس کا فیصلہ ہے لیکن اگر وہ بخشنا چاہے تو میں اور آپ مجبور نہیں کر سکتے کہ کافر کو نہ بخشے گا۔ اگر وہ مشرک کو یا کافر کو نہ بخشنے کا اعلان کر دے تو یہ اس کا اپنا فیصلہ ہے اگر وہ بخشنا چاہے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا جسے ایمان نصیب ہوا وہ نماز پڑھتا ہے نہیں پڑھتا اس کے گناہ زیادہ میں یا تھوڑے ہیں وہ بخش دے تو کون روکے گا اسے بات اس کی نہیں ہے بات ہمارے ذمے یہ ہے کہ جو کام ہم نے کیا اس کا معیار کیا ہے جو سودا ہم نے بیچا اس کا معیار کیا ہے کیا ہم میدان حشر میں کھڑا ہونے کے لئے تیار ہیں وہ چیز کھری ہے کھوٹی ہے وہ محض بناوٹی ہے یا اس میں اصل بھی ہے۔

آپ لکڑی کے آم یا انگور بنوا کر' پلاسٹک کے آم سیب یا کیلے بنوا کر اس پر رنگ لگوا کر بازار چلے جائیں تو بازار میں اصل کا بھاؤ نہیں پڑے گا۔ اس طرح کی جو پلاسٹک کی نمازیں ہیں یا جو پلاسٹک کی عبادت ہے یا جو محض ایک

ورزش ہے تو آخرت میں اس کا کوئی بھاؤ نہیں پڑے گا۔ اب یہ کیسے معلوم ہو کہ یہ اصل نہیں ہے یہ پلاسٹک کی ہے تو فرمایا اپنے کردار سے اپنے اعمال سے اپنی اٹھک بیٹھک سے اپنی سوچ سے اندازہ کر لو۔

اللہ دور نہیں ہے اللہ تو ہر گھڑی ہر لمحے ہر جگہ موجود ہے ہمارے ساتھ ہم سے زیادہ قریب ہے اس لئے کہ ہم جسم کے ان باریک سیلز کو نہیں جانتے جن کو اس نے پیدا فرمایا ہے اور گن کے رکھا ہوا ہے اور ایک ایک سیل کو اس کی غذا پہنچا رہا ہے کسی بڑے سے بڑے شہر میں اتنی مخلوق نہیں بستی جتنے سیلز ایک انسان کے جسم میں بستے ہیں کھربوں کی تعداد شمار نہیں کئے جا سکتے کہ ہر سیل زندہ ہے ہر سیل کو حرارت کی ضرورت ہے ہر سیل کو خون کی ضرورت ہے ہر سیل کی مختلف ضروریات ہیں ساری پوری کر رہا ہے ایک ایک سیل سے واقف ہے۔ پھر ہم خود کو اس سے دور کیوں پاتے ہیں بہت کم لوگ ہیں جو اس کی عبادت کرتے ہیں۔ بندہ ساری عمر اپنی پوجا کرتا رہتا ہے بتوں کی پوجا سے نکل آنا آسان ہے غیر اللہ کی پرستش سے نکل آنا آسان ہے اپنی ذات کا جو بت ہے اس کی عبادت سے جان چھڑانا سب سے مشکل اور جان جوکھوں کا کام ہے بندہ محض اپنی پوجا کرتا رہتا ہے وہ کیسے؟ اپنی شہرت کی ضرورت اپنی ناموری کی خاطر اپنے وقار کی خاطر اپنی خواہشات کی تکمیل کی خاطر حصول زر کی خاطر لوگوں کی خاطر لوگوں سے کچھ کہلوانے کی خاطر ہم اگر اپنے ارد گرد دیکھیں تو شاید ہمیں اپنی تقریریں اور اپنی نمازیں بھی لوگوں سے شاباش شاباش کہلوانے کا ذریعہ نظر آئیں گی۔ شاید ہم جو بڑے اللہ کے نام پہ خرچ کرتے ہیں غور کر کے آنکھیں بند کر کے اپنی ذات کے اندر سوچیں تو ہمیں نظر آئے کہ اللہ کے نام پر تو نہیں میں نے تو اپنی شہرت کے لئے دیا ہے۔ یہ اتنا باریک بت ہے کہ یہ عام نگاہوں میں نہیں آتا جب تک دل کی آنکھ روشن نہ ہو ان ظاہر کی آنکھوں سے اپنی ساری باتوں کے جواز بناتی رہتی ہے اپنی کوتاہیوں اپنی کمزوریوں اپنے گناہوں کو غلاف پہناتی رہتی ہے خوبصورت بہانوں کو تراش تراش کے بڑے خوبصورت مخملی غلاف پہناتی رہتی ہے جوازات کے۔ یہ مجبوری تھی وہ مجبوری تھی میرے لئے۔ اس کی گنجائش تھی میں نے یہ کر دیا لیکن جب دل کی آنکھ کھلتی ہے تو پھر میں کا لفظ اس کی لغت میں نہیں رہتا۔ اور زندگی کا مزا تب آتا ہے جب یہ کہنے کی ضرورت ختم ہو جائے کہ میں نے یہ کیا میں نے وہ کیا جب اس کی اپنی لغت سے یہ لفظ نکل جائے اور جب وہ اس درجے پر پہنچ جائے کہ اللہ نے یہ کرنے کی توفیق دی اللہ نے مجھ سے وہ خدمت لے لی اس کا احسان ہے اللہ نے مجھے فلاں مصیبت سے بچالیا اللہ نے مجھے فلاں گناہ سے فلاں برائی سے بچالیا جب میں اس میں سے نکل جائے اور میں کی جگہ اس ذات کریم کا نام آجائے تب اسلامی زندگی کی بنیاد شروع ہوتی ہے اور یہی مطالبہ ہے۔ گیارہویں پارے میں سورۃ ہود کی ان پہلی آیات میں فرمایا۔

كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ یہ ایک ایسی کتاب ہے ایسی بے نظیر جس کی کوئی مثل نہیں ملتی اس لئے کہ اس کے احکام مستحکم ہیں اسکی کسی بات میں کسی شے کی کوئی گنجائش نہیں اور کوئی اس کو تبدیل نہیں کر سکتا کوئی اس کو مٹا نہیں اور جو یہ کہتی ہے ویسا ہو گا اس میں بھی کوئی گنجائش نہیں ہے کسی شے کی۔ **احکمت ایتہ**

ثُمَّ فُصِّلَتْ اور بڑی کھری کھری باتیں کھول کر کہتی ہے اگر ایک عام دیہاتی چرواہا بھی چاہے اسے بات سمجھاتی ہے یعنی اتنی عالی شان کتاب ہے آپ ادب کی کوئی کتاب لے لیں جتنا عالی ادب ہوگا۔ اتنا پڑھنے کے لئے بہت عالی ظرف بندہ چاہئے ہوگا۔ آپ سائنس کی کوئی چوٹی کی کتاب لے لیں جتنے پائے کے اس کے مضامین ہوں گے اتنے پائے کا سائنس دان چاہئے ہو گا اسے سمجھنے کے لئے آپ طب کی کوئی کتاب لے لیں میڈیکل کی کوئی کتاب لے لیں تو اس پائے کا بندہ ڈاکٹر یا اس پائے کا طبیب چاہیے ہو گا۔ جس پائے کی وہ کتاب ہے کہ وہ سمجھے۔ عام آدمی کے سر کے اوپر سے

گزرتی چلی جائے گی۔ فرمایا یہ کتاب ایسی ہے کہ اس کی مثال دوسری کتاب دنیا میں نہیں ہے۔ لیکن کمال اس کا یہ ہے کہ یہ ہر عام بندے کی سمجھ میں آتی ہے۔ **فصلت**۔ اپنی باتیں کھول کے رکھ دیتی ہے کچھ نہیں چھپاتی۔ اس لئے کہ **مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ** اس لئے کہ یہ کتاب اس ذات کی طرف سے ہے جو حکیم بھی ہے اور خبیر بھی ہے۔ ہر ایک کی استعداد اس کی سمجھ اسکی ضرورت کو جانتا ہے اس نے اپنی اس کتاب میں یہ کمال رکھا ہے کہ بہت پائے کا کوئی محقق پڑھتا ہے تو وہ اپنے لیول پر اس بات کو سمجھ رہا ہوتا ہے اور ایک انپڑھ سنتا ہے وہ اپنی سطح پر اس کو سمجھ رہا ہوتا ہے لیکن سمجھ دونوں رہے ہوتے ہیں۔

اب اس کتاب کا حاصل کیا ہے فرمایا یہ ساری کتاب اس کے سارے احکام اس کی ساری مثالیں اس کی ساری تاریخ جو کچھ یہ کہتی اس کا حاصل یہ ہے۔

اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ اللہ کے بندو عبادت صرف اللہ کی کرو اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ یااللہ ہم تو صرف تیری عبادت کرتے ہیں فرمایا ذرا اس عبادت کو کھنگال کر دیکھو تو سہی کیا میری ہے یہ حج جو تمہاری شہرت کا زریعہ ہے یہ میرے لئے کیا ہے یہ حج جس کے سارے دن تم نے بازاروں میں آوارہ گردی کرتے اور اپنے اہل خانہ کے تحائف خریدتے گزار دی اسے میرے لئے کرتے ہو یہ حج جس کی بنیاد ہی بیگانے سرمائے پر تھی یہ حج جس کے جواز کے لئے تم نے دوسروں کو دھوکا دے کر اپنے لئے اجازت نامہ خریدا یہ سارا میرے لئے تھا میں نے کب کسی کو دھوکا دینے کا حکم دیا ہے میں نے کب کسی سے فریب کرنے کا حکم دیا ہے۔ اسی طرح عبادات میں نماز میں روزمرہ کے معمولات میں ہم اپنی نیکیوں کو دیکھیں تو ساری نیکیاں چھوٹے چھوٹے بت نظر آتے ہیں کیوں بات اخلاق سے کرتے ہو یار لوگ یہ نہ کہیں کہ اچھا آدمی نہیں ہے وہ کام کیوں کیا یار لوگ سمجھیں اس نے بہتر کیا تو اللہ کے لئے کیا کرتے ہو میرے لئے کیا کیا۔ جس کام میں اپنی خواہش کی دوسروں کے کہنے کی شہرت کی مختلف مفادات حاصل کرنے کی خواہش شامل ہو گئی تو اس میں تو شرک آ گیا شراکت آگئی اللہ کریم فرماتے ہیں مجھے ساجھے کی عبادت نہیں چاہئے جس میں کسی دوسرے کی منشا کو تم نے شامل کر دیا دوسرے کی خوشی کو شامل کر لیا وہ ساری اسی کو دے دو۔ میری عبادت ایسے کرو

اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ سوائے میرے پھر کسی دوسرے کی عبادت نہ کرو تو پھر میری کرو اور اگر تم نے ایک ایک خواہش پہ سجدہ دینا ہے ایک ایک آرزو کے لئے محنت کرنی ہے۔ ہم اسی لئے محنت کرتے رہیں کہ مجھے کشف ہو جائے میری بڑی شہرت ہو گی لوگ مجھے بڑا نیک اور بزرگ سمجھیں گے تو اللہ کے لئے کیا بچا۔ اس لئے کوئی شخص خشوع و خضوع سے نمازیں پڑھ رہا ہے کہ لوگ مجھے نیک کہیں گے اس میں رب العلمین کے لئے اس میں کیا بچا اس لئے کوئی صدقات دیتا ہے کہ میری اچھی شہرت ہو گی تو اس میں اس نے جو سودا کیا وہ اس نے اللہ کے لئے تو نہیں کیا۔ نماز سے لیکر حج تک ہر عبادت میں عجیب عجیب دیواریں بناتے چلے جاتے ہیں اپنی شہرت کی ناموری کی اپنی خواہشات کی تکمیل کی اپنے آرام کی اپنی ضروریات کی۔ میں نے اتنے دن لگائے اللہ کے لئے پھر ہم گنتے ہیں کہ میں نے وہ کام چھوڑا میں نے یہ سارے چھوڑا ایک ایک دیوار چنتے ہیں تو ہمارے اور پروردگار کے درمیان تو یہ پچاس دیواریں آجاتی ہیں۔ عبادت تب بنے گی جب سوچنے کا انداز یہ ہوگا کہ مجھے اللہ نے منتخب کر لیا مجھ پر یہ احسان کیا کہ میں اتنے دن اس کے لئے وقف کر سکا اور میرا سارا نظام بھی چلتا رہا مجھ سے اچھے لوگ بھی تھے لیکن اس نے مجھے توفیق دے دی یعنی اپنی طرف سے احسان کرنے کی بجائے میں کی بجائے جب نام اللہ کا آجائے گا تب بات بن جائے گی۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جہاں تک میرا تعلق ہے تم اللہ کو چھوڑ دو اور سمجھو کہ میری ذات سے تمہیں برکات پہنچیں گی تو یہ صحیح نہیں ہے اس لئے کہ میں اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔

تمہارا نہیں۔ تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں لیکن رسول اللہ کا ہوں تم اللہ سے معاملہ درست کرو گے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات حاصل کرنے کے قابل ہو سکو گے اور اگر اللہ ہی سے بات بگڑ گئی تو فرمایا میں اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں

اِنِّی لَکُمْ مِنْہُ نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ جہاں تک میری ذات بابرکات کا تعلق ہے تو اللہ کی طرف سے تمہاری کوتاہیاں اور ان کے برے انجام کو بتانا میری ذمہ داری ہے اور تم اللہ کے بندے بن جاؤ تو تمہیں اس کی رضا کی بشارت دینا یہ میری ذمہ داری ہے تمہارے ذمے یہ ہے **وان استغفروا ربکم** یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ لحہ بہ لحہ ہر سانس کے ساتھ اللہ سے استغفار کرتے رہو اللہ سے معذرت کرتے رہو معافی مانگتے رہو اس لئے کہ جو عبادت بھی تم کرو گے جو سجدہ بھی دو گے جو مراقبہ بھی کرو گے وہ اس پائے کا نہیں ہو گا جس پائے کی اس کی عالی شان بارگاہ ہے تم کوئی مٹی کا برتن بنا کر روئے زمین کے کسی شہنشاہ کے دربار میں پیش کرنے چلے جاؤ تو تم معذرت ضرور کرو کہ شہنشاہ والا جاہ یہ تیرے دربار کے لائق نہیں ہے مٹی کے برتن کو تیرے دربار میں کیا جگہ لیکن میری مجبوری یہ ہے کہ میرے پاس اور کچھ نہیں تھا میں تیرے پاس تیری بارگاہ میں حاضری کی خواہش تو رکھتا تھا لیکن میرے پاس اس مٹی کی اس خاک کی ایک مٹھی کے سوا کچھ نہیں تھا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں۔ **وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ** سجدے کرو تو بھی اپنے رب سے مغفرت مانگو استغفار کرو توبہ کرو کہ بارالہا تیری بارگاہ بہت عالی میرا سجدہ ہے ہی ایسا میں کیا کروں اس میں ہزار کجی ہے میرے سجدے میں بھی غفلتیں ہیں میرے سجدے میں بھی کمزوریاں ہیں یا اللہ

ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَیْہِ پھر اس سے وعدہ کرو کہ میں کوشش کروں گا کہ دوسرا سجدہ صحیح ہو پھر ایسا نہ کرو۔ ارے ہم نے تو استغفار کو اور توبہ کو گناہوں کے ساتھ لگا دیا ارے گناہ سے توبہ تو ویسے ضرورت بن گئی کہ غلطی کی ہے توبہ کرے استغفار کرے لیکن حق یہ ہے کہ عبادت کے ساتھ بھی استغفار کی ضرورت ہے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام خود دن بھر استغفار کیا کرتے تھے ساری کائنات کے سارے خلوص کو جمع کر کے سارے خشوع و خضوع کو جمع کر کے ساری عمر سجدے کرتا رہے کوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سجدے کی مثال نہیں بن سکتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سجدہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی سجدہ ہے اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں استغفار کرتا ہوں اور ہم فخر میں اکڑ میں بڑائی پہ آجاتے ہیں۔ اب اگر کوئی بندہ ٹوٹے پھوٹے سجدے دس دن کرنے کے بعد اس وہم کا شکار ہو گیا کہ میں نے اللہ کا بڑا کام کیا اللہ ہی میرے کام نہیں کرتا تو بتائیے اس غریب نے عبادت کی یا اپنے لئے مصیبت خریدی۔ طب کا ایک اصول ہے کہ دنیا میں کوئی چیز زہر نہیں ہے وہ کہتے ہیں دیسی طب والے جو ہیں وہ کہتے ہیں کہ جو اس کی ڈوز یا خوراک ہوتی ہے اس کے بڑھانے گھٹانے سے وہ زہر بن جاتی ہے مثلاً دودھ ہے غذا بھی ہے دوا بھی ہے ایک بندے کے پیٹ میں آپ پانچ سیر دودھ ٹھونس دیتے ہیں اس کے لئے وہی زہر ہے اسی طرح جس کو آپ زہر کہتے ہیں اس کی ڈوز بہت ہلکی ہوتی ہے اور وہ ہلکی ڈوز اگر آپ سنکھئے کی بھی کسی آرسنیک کی بھی لیتے ہیں تو وہ دوا بن جاتی ہے وہ زہر نہیں بنتی لیکن جب ڈوز بڑھتی ہے تو زہر بن جاتی ہے تو کوئی بھی چیز جب اس کا اوزان یا اس کا جو میزانیہ بنا ہوا ہے من جانب اللہ جب ترتیب ڈسٹرب ہوتی ہے تو وہ غذا نہیں رہتی وہ زہر بن جاتی ہے یہی حال عبادات کا بھی ہے جب ان کے اصول جو ہیں وہ غلط ملط ہوتے ہیں ارادے بدلتے ہیں خشوع و خضوع گڈمڈ ہوتا ہے تو پھر یہ بجائے ترقی کے یہی انسان کی گرفت کا سبب بن جاتے ہیں۔ تو ہر سجدے کے ساتھ بھی ہر قیام کے ساتھ بھی ہر رکوع کے ساتھ بھی ہر مراقبے ہر ذکر کے ساتھ بھی دو باتیں ہونی چاہئیں ایک تو سمجھا جائے کہ یا اللہ جو میں نے کیا ہے اس میں کمی ہے کوتاہی ہے اور دوسرا یہ کہ میں توبہ کرتا

ہوں کہ دوبارہ میں کوشش کروں گا یہ کوتاہی نہ رہے پھر رہ جائے پھر اس کا علاج یہی ہے کہ اس کمی کا اقرار بھی کیا جائے آئندہ نہ کرنے کا وعدہ بھی کیا جائے فرمایا

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ دو کام اگر تم کرتے رہو اللہ سے استغفار کرو اور توبہ کرو اس سے وعدہ کرو اپنے عمل سے ثابت کرو کہ دوسرا سجدہ تم نے پہلے کی نسبت بہتر دینے کا بہتر ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ چوری بہت بری بات لیکن سب سے برا چور وہ ہے جو نماز میں چوری کرے۔ تو عرض کی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں کیسے چوری؟ فرمایا بھاگتا دوڑتا آتا ہے پوری طرح سے وضو نہیں کرتا قیام پورا نہیں کرتا رکوع پورا نہیں کرتا سجدے ایسے دیتا ہے جیسے مرغ ٹھونگیں مارتا ہے بھاگ دوڑ کر چلا جاتا ہے یوں اس نے بہت سی اس میں سے چوری کر لی۔ فرمایا اگر تم یہ کر لو اپنے آپ کو اتنا پہچان لو کہ میں بندہ ہوں وہ مالک ہے عبادت صرف اس ایک کی کرنی ہے اپنی خواہشات کی نہیں لوگوں کو دکھاوئے کی نہیں شہرت کی نہیں مفادات کی نہیں اس کی ذات کی کرنی ہے اور اس کی ذات کی بھی جو میں کر رہا ہوں اس کی شان کے لائق نہیں ہے استغفار اور توبہ کرتے رہو **يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا** تمہارے حصے میں بھلائیاں تمہارے حصے میں بہترین انعامات تمہارے حصے میں بہترین اجر دینا یہ اس کی شان کریمی ہے یہ طریقہ ہے اس سے بہتر انعامات اور بہتر اجر پانے کا۔ بہتر معاوضہ حاصل کرنے کا۔

وَاِنْ تَوَلَّوْا۔ اور اگر یہ کام تم نہ کر سکو کہ ہم سے اتنی باریکیاں نہیں ہوتیں جو کچھ کرتے ہیں چھوٹے موٹے نماز روزہ تو ہم کرتے رہیں گے اب آپ ہمیں اتنی باریکی میں لے جائیں تو ہم سے یہ نہیں ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ تو مجھے یہ ڈر ہے کہ یوم کبیر یوم حشر کے عذاب میں تم پکڑے جاؤ اس بات کا خوف آیا ہے مجھے کہ یوم کبیر کا عذاب تمہیں پکڑ لے گا۔ اور یہ یاد رکھو اس دن تم بھاگ نہیں سکتے۔

اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ تمہیں واپس اللہ کی طرف ضرور جانا ہے تمہارے راستہ ہی وہی ہے یہ زندگی ایک راستہ ہے اور اس کی انتہا بھی وہی ہے جس راستے پر تم چل رہے ہو یہ جائے گا بھی وہیں یہ نہیں ہو سکتا کہ تم اس دوسری طرف سے کہیں سے بچ کر نکل جاؤ نہیں **اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ** تمہیں واپس اللہ کے پاس جانا ہے۔

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وہ ہر چیز پہ قادر ہے اسے یہ ڈر نہیں ہے کہ بہت سے لوگ پکڑے گئے تو پھر جمہوریت خراب ہو گی اس کی جمہوریت نہیں ہوتی جو برائی کرے گا۔ جو کوتاہی کرے گا جو گستاخی کرے گا وہ پکڑا جائے گا۔

وہاں فیصلے اسکی رحمت پر اس کے اپنے قوانین کے مطابق ہوں گے اس گھمنڈ میں نہ رہنا کہ بے شمار دنیا ہے ان سب کو کون پکڑے گا وہ پکڑ لے گا وہ ہر چیز پہ قادر ہے۔ اور واقعی قران حکیم کا ایک ایک لفظ بہت پراز حکمت ہے ایسے لوگ دیکھے ہیں خود اپنے کانوں سے سنا ہے لوگوں کو کہ اتنی دنیا مین اتنے کافر بستے ہیں ان کا گزارا ہو گا تو ہمارا بھی ہو جائے گا۔ یہ واقعی لوگ کہتے ہیں کہ اتنے لوگ برائی کر رہے ہیں۔ جہاں ان کا گزارا ہو گا وہاں ہم بھی گزر کر لیں گے۔ وہاں ہم بھی گزر لیں گے۔ اس لئے کہ ان لوگوں کا گذر بھی تو ہو گا۔ اس خیال کے پیچھے ہوتا یہی ہے کہ اتنی مخلوق کا کوئی کیا بگاڑ لے گا۔ فرمایا اللہ ہر چیز پہ قادر ہے ساری مخلوق بھی اگر گستاخ ہو جائے تو ساری کو بھی پکڑ کر جہنم میں دھکیل دے تو اس کی شان میں کوئی فرق نہیں پڑتا اسے کوئی کمزوری نہیں ہے کوئی خطرہ نہیں ہے۔

اس ایہ کریمہ نے قران حکیم کا حاصل یہ بتایا ہے کہ تم پوری کوشش کرنے کے باوجود بھی شاید اللہ کی عبادت میں کوتاہی کر جاؤ ہم کہتے ہیں ہم بت نہیں پوجتے یہ ہمارا کمال نہیں ہے بتوں سے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے

ہماری جان چھڑوا دی بتوں کے پلے تو کچھ نہ رہا جس دن نبی علیہ الصلوۃ نے انہیں اٹھا کر بیت اللہ کی چھت سے زمین پر پٹخ دیا تو اس کے بعد جو بت پوجتے ہیں وہ بھی بے دلی سے پوجتے ہیں۔ آج ہندوؤں کی ہندوستان میں آدھی سے زیادہ آبادی ایسی ہے جو بتوں کو نہیں مانتی وہ قبیلے میں اپنی قوم میں خاندان میں پھنسے ہوئے ہیں ہندو ہیں جس طرح مغرب میں بے شمار لوگ عیسائی ہیں لیکن وہ عیسائیت کو نہیں مانتے اپنی فیملی میں اپنے خاندان میں پھنسے ہوئے ہیں اور چل رہے ہیں بالکل بے دین۔ بلکہ ہندوستان کی عدالتوں میں جب وہ قسم دینے لگتے ہیں تو وہ پوچھتے ہیں کہ آستک ہو یا ناستک یعنی تم مذہب کو مانتے ہو یا مذہب کا انکار کرتے ہو اگر وہ مذہب کا انکار کرنے والا ہو تو اسے کہتے ہیں بیٹے کی قسم اٹھاؤ یا اپنے سر کی قسم اٹھاؤ یا بیوی کی اٹھاؤ۔ جو مقدس کتاب ہے گیتا کو تو تم مانتے نہیں گیتا کی کیا قسم کھاؤ گے یہاں تک نوبت پہنچ چکی ہے تو اگر ہم بتوں کا سجدہ نہیں کرتے تو یہ ہمارا کمال نہیں ہے یہ ضرب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لگی ہوئی ہے بتوں پر آپؐ نے بتوں کو ہمیشہ کے لئے رسوا کر دیا ان سے خدائی چھن گئی ہم خود بت بنے ہوئے ہیں بے شمار بت ہم نے اپنے اندر سجا رکھے ہیں خواہشات کے آرزوؤں کے دشمن کے اسے سیدھا کرنا ہے اسے کمزور کرنا ہے اس سے ہم نے ٹکرا ہونا ہے اس سے ہمیں مقابلہ کرنا ہے۔ ان سے توبہ کرو یہ جو اپنے اندر سجا رکھے ہیں اس بت خانے کو خالی کرو یہ خالی ہو گا تو یہاں تجلیات باری آئیں گی۔ اور خالی کرنے کے بعد بھی استغفار کرتے رہو توبہ کرتے رہو کہ جو کچھ میں نے دل کی طہارت کی ہے اسے روشن پاکیزہ کیا ہے اس میں جھاڑو دیا ہے پھر بھی تیرے قابل میں اسے نہیں بنا سکا اس لئے کہ میرے پاس ہے ہی کچھ نہیں میری اوقات ہی یہی ہے تو فرمایا وہ بڑا کریم ہے اس حال میں وہ تم پر اپنے انعامات کی بارشیں برساتا رہے گا۔ دنیا میں بھی آخرت میں بھی عزت ملے گی آرام بھی ملے گا انعامات بھی ملیں گے دنیا بھی ملے گی آخرت بھی ملے گی۔

ویزا پراسیسنگ کروانے کیلئے ہماری خدمات حاصل کریں،

INTERNATIONAL AL-AROOJ

العروج انٹرنیشنل اوورسیز ایمپلائمنٹ پروموٹرز

لائسنس نمبر LHR : ۱۵۵۹

اکال والا روڈ ۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ (پاکستان)

فون آفس: ۰۴۶۲-۲۵۲۰
۵۱۰۵۵۹
فیکس: ۵۱۰۵۵۹

مینیجنگ ڈائریکٹر: حفیظ الرحمان

حضرت المکرم مدظلہ العالی

تیری دعائیں اور ہیں

میری دعائیں اور ہیں

دین السلام عقائد کے ساتھ جو ایثار لایا ہے اس کی مثال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نہیں ملتی۔ ہر دین کی بنیاد دو باتوں پر ہوتی ہے ایک اس کے نظریات اور دوسرا وہ اپنے **مخاطبین** کے لئے کیا کرتا ہے؟ ایثار کیا کرتا ہے؟ اس سے لوگوں کو فائدہ کیا پہنچتا ہے؟ دوسروں کی بھلائی کا اہتمام کس حد تک کرتا ہے؟ یہ ہر دین کی بنیاد یہی دونوں باتیں ہوا کرتی ہیں۔ اور تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام نے یہ نعمت بانٹی لیکن چونکہ ہر نبی اپنے مخصوص طبقے کے لئے مبعوث ہوا، مخصوص وقت کے لئے مبعوث ہوا، مخصوص علاقے کے لئے مبعوث ہوا۔ لہٰذا وہ ایثار محدود تھے اپنے علاقے تک، اپنے لوگوں تک، اپنے وقت تک کے لئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ساری انسانیت کے لئے تھی۔ تو دین اسلام نے اپنے ہر ماننے والے سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ اپنی حیات نہیں جئے گا بلکہ وہ اللہ کی مخلوق کے لئے جئے گا۔

کنتم خیرا امتہ اخرجت للناس۔ تم بہترین امت ہو جو انسانیت کے لئے، نبی آدم کے لئے HUMAN BEING کے لئے زندہ رہتے ہو۔ ہیومین رائٹس (حقوق انسانی) کے اور ہیومینٹی کے اور ہیومین بیینگ کے اولاد آدم اور انسانیت کے جو دعوے مغرب آج کرتا ہے مغرب تو ان دنوں جنگلوں میں، جھاڑیوں میں رہتا تھا جب انسانیت کا نام محمد رسول اللہ صلی اللہ عیلہ وسلم نے روشناس کرایا۔ معمورہ عالم کے آباد ہونے سے لیکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک کے کروڑوں سالوں میں پہلی دفعہ کسی نے کسی ایک ذات سے یہ بات سنی کہ پوری انسانیت کی بہتری کی فکر کی جائے پہلی دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی اور تب سے انسانیت، انسانی ضرورتیں انسانی ہمدردی، انسانی آزادی یہ ساری باتیں تب سے معرض وجود میں آئیں۔ عقائد بنیاد ہیں۔ عبادت عقائد کی پختگی کی دلیل اور قرب الٰہی کا سبب ہے لیکن صحیح عقیدہ اور بہترین عبادت کرکے اس بندے کا مصرف کیا ہے؟ وہ عبادت بھی کرتا ہے اس کے عقائد بھی درست ہیں تو بات ختم ہو گئی؟ ہم صحیح عقیدے کی بنیاد پر اللہ کی عبادت کی بہتری کے لئے کچھ کر سکے۔ اصل کام اس کا میدان عمل میں ہے اصل کام اس کا انسانیت کی فلاح میں ہے، اصل کام اس کا انسانیت کی گردن کفر اور شرک کے پنجے سے چھڑانے میں ہے، اصل کام اس کا عبادت کا حاصل اور صحیح عقیدے کا حاصل اور پھل یہ ہے کہ وہ بندہ اس قابل ہو جائے کہ سر میدان انسانیت کی بہتری کا کام کر سکے۔ اور آپ نے دیکھا کہ اسلام نے پہلی دفعہ انسانوں کو انصاف دیا صرف مسلمانوں کو نہیں۔ کافر کو بھی اگر انصاف نصیب ہوا تو مسلمانوں کی عدالت سے۔ تو صرف عبادت تک خود کو محدود

کرلینا یہ بھی درست نہیں اور عبادت میں کوتاہی کرنا یہ بھی درست نہیں جو بندہ اپنے فرائض ادا نہیں کر سکتا' خود اللہ کا ذکر نہیں کرسکتا ' خود رزق حلال نہیں کما سکتا اگر وہ کہے کہ میں انسانیت کی بہتری کا کام کروں گا تو کیا یہ صحیح ہو گا؟ یہ غلط ہو گا۔ ایک بندہ اپنے فرائض **پنجگانہ** ادا نہیں کر سکتا ' اپنا رزق حلال نہیں نکال سکتا ' کوئی ایک آدھ تسبیح بھی نہیں پڑھ سکتا' تو وہ کیا کرے گا انسانیت کے لئے لیکن جسے اللہ نے توفیق دی ہے وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے ' تبلیغ کرتا ہے 'تلاوت کرتا ہے اور اس پہ بس کر دیتا ہے تو کام اس نے بھی ادھورا چھوڑ دیا ہے۔

منشائے اسلام تب پورا ہو گا جب ہم نمازوں کا اہتمام کریں' عقائد درست ہوں' توحید باری و ربوبیت باری پہ اعتماد ہو' آخرت کا یقین ہو' رزق حلال کمائیں اور باطل کو ہم سے خطرہ ہو ۔ اندھیرے مٹا کر روشنی پھیلائیں' اندھیروں سے سمجھوتہ نہ کریں ۔ حق کے راستے میں جان دے سکیں' شہید ہو سکیں گردنیں کٹا سکیں تب بات بنے گی ۔ آپ روز کوئی نہ کوئی ترانہ سنتے ہیں تو میں آج بیٹھا لکھتا رہا ایک اور لکھ دیا میرے خیال میں آج کے سبق میں اس کو رکھتے ہیں۔

تیری دعائیں اور ہیں میری دعائیں اور ہیں
عاشق دل فگار کی ساری ادائیں اور ہیں
وقت دعا جب آئے گا ہاتھوں کو ہی اٹھاؤ گے
آنکھوں کو موند لو گے تم کچھ عاجزی دکھاؤ گے
گر بن پڑا تو آنکھ سے آنسو بھی کچھ گراؤ گے
دیکھو گے تم نہ اس گھڑی باہر فضائیں اور ہیں
تیری دعائیں اور ہیں میری دعائیں اور ہیں
عاشق دل فگار کی ساری ادائیں اور ہیں
وقت دعا جب آئے گا ہم گردنیں کٹائیں گے
ہاتھوں میں لے کے تیغ کو ہم ہاتھ بھی اٹھائیں گے
ہم آنسوؤں کو روک کر خون جگر گرائیں گے
دیکھے گا اک جہان کہ اپنی وفائیں اور ہیں
تیری دعائیں اور ہیں میری دعائیں اور ہیں
ہے ظلم کا جواب تو جہاد کی زبان میں
کفر و شرک کی کاٹ ہے اس تیغ بے نیام میں
مومن کی آبرو تو ہے اسی نظام میں
دیکھو تو اپنی فکر کو اس کی ردائیں اور ہیں
تیری دعائیں اور ہیں میری دعائیں اور ہیں
تبلیغ اچھی بات ہے اور وعظ اچھی چیز ہے
راتوں کو رہنا سجدہ ریز ہر ایک کو کب نصیب ہے ۔
کرنا مراقبات کا اور ذکر بھی عجیب ہے
لیکن ذرا خبر لو باہر صدائیں اور ہیں
تیری دعائیں اور ہیں میری دعائیں اور ہیں

مسلمانوں کی آبرو لٹ رہی ہو' مسلمانوں کا خون بہہ رہا ہو' مسلمانوں کو زبردستی ہندو بنایا جا رہا ہو' مسلمانوں کو زبردستی عیسائی بنایا جا رہا ہو اور مسلم دنیا صرف مراقبے کرتی رہے تو کیا میدان حشر میں ان کے پاس کوئی جواز ہو گا؟

(ہم حلئے تو بڑے بناتے ہیں نا)

عمامہ تیرا پر شکوہ ہے ریشمی قبا تیری
عمامہ تیرا پر شکوہ ہے ریشمی قبا تیری
اونچی ہیں مسندیں تیری نازک ہے ہر ادا تیری
تو ذات کے ہے خول میں سنتا ہے کب صدا میری
دیکھو تو گر شہید کی خونی قبائیں اور ہیں
تیری دعائیں اور ہیں میری دعائیں اور ہیں
عاشق دل فگار کی ساری ادائیں اور ہیں
تو مست نظام میں کافر کے الجھا دام میں

کیا یہ مسلمانی ہے کہ مسلمان آزاد ملک کا دعویٰ بھی کریں اور اس میں نظام کافر کا مسلط ہو جائے؟

تو مست ہے نظام میں کافر کے الجھا دام میں
ہاری ہے زندگی سبھی کوشش ناتمام میں
قائم ہے سود دیکھ لے معاش کے نظام میں
اس پر ہی بس نہیں ابھی تیری جفائیں اور ہیں

تیری دعائیں اور ہیں میری دعائیں اور ہیں
عاشق دل فگار کی ساری ادائیں اور ہیں
صرف یہ نہیں بہت سے مظالم ہیں جو معاشرے میں (جسے ہم اسلامی معاشرہ اسلامی مملکت اسلامی ریاست کہتے ہیں) رچے بسے ہوئے ہیں۔

بہتا ہے خون ہر طرف کٹتے ہیں سر بھی ہر طرف
جلتی ہوئی کہانیاں' جلتے ہیں گھر بھی ہر طرف
خود تیرے اپنے گھر میں دیکھ حکم نبیؐ ہے ہر طرف
برسے ہے ظلم کی گھٹا کتنی گھٹائیں اور ہیں
تیری دعائیں اور ہیں میری دعائیں اور ہیں
اور عاشق دل فگار کی ساری ادائیں اور ہیں
(کتنا انتظار کیا جائے گا؟ کتنا دیکھو گے؟)
حاکم بھی اور محکوم سب بوڑھے جوان معصوم سب
جیتے ہیں اپنی زندگی ہم کو ہے یہ معلوم سب
لیکن غلط ہے یہ روش ہو جاؤ گے معدوم سب
اٹھ موت کو تلاش کر ایسی قضائیں اور ہیں
تیری دعائیں اور ہیں میری دعائیں اور ہیں
عاشق دل فگار کی ساری ادائیں اور ہیں
سر پہ کفن کو باندھ لے تیغ براں پہ ہاتھ رکھ
سنت بدر کی یاد کر قران کو اپنے ساتھ رکھ
میدان میں صف بنا کے چل ہاتھوں میں دے کے ہاتھ رکھ
کہہ دے کفر کو آج پھر آئی ہوائیں اور ہیں
تیری دعائیں اور ہیں میری دعائیں اور ہیں
عاشق دل فگار کی ساری ادائیں اور ہیں
جھنڈا اٹھا اسلام کا اسلام کے نظام کا

بھئی یہاں نظام کافر کا ہے آپ نام اسلام کے لیتے رہیں تو کیا اسلام ہے؟ اسلام تو اس حقیقت کا نام ہے کہ عدالتیں اسلام کی ہوں' سیاستیں اسلام کی ہوں' حکومتیں اسلام کی ہوں' معاشی نظام اسلام کا ہو' تعلیمی نظام اسلام کا ہو' تعلیمی نظام کافرانہ' معاشی نظام کافرانہ' عدالتی نظام کافرانہ' سیاسی نظام کافرانہ' تو اسلام کہاں بچا؟

جھنڈا اٹھا اسلام کا اسلام کے نظام کا
ہو تیرا ہر قدم گواہ نبیؐ کے احترام کا
یہی تھا اصل مدعا اس ملک کے قیام کا
لیکن اس وطن پہ اب جاری قضائیں اور ہیں
تیری دعائیں اور ہیں میری دعائیں اور ہیں
اور عاشق دل فگار کی ساری ادائیں اور ہیں

لاکھوں لوگ جو بے چارے راستے میں شہید ہوئے' لاکھوں بچیاں جو اجڑ گئیں لٹ گئیں' لاکھوں گھر جو جل گئے' تباہ ہو گئے' ان سب سے تو یہی وعدہ کیا گیا تھا کہ اسلامی ریاست بنے گی۔ لیکن قضا کافر کی جاری ہے' حکم کافر کا چلتا ہے' قانون کافر کا چلتا ہے' عدالت کافرانہ قانون پہ چلتی ہے' نظام معاش معیشت کافرانہ ہے' نظام سیاست کافرانہ ہے' نظام تعلیم تک کافرانہ اور انگریز کا دیا ہوا ہے۔

آؤ کہ بزم دہر میں سب مل کے پھر آذان دیں
(میری ذات کے لئے' کسی اور کی ذات کے لئے' اپنے اقتدار کے لئے' کسی اور کے اقتدار کے لئے لڑنا اسلام نہیں ہے جہاد نہیں ہے۔ جہاد ہے اللہ کی عظمت کو اجاگر کرنے کا نام' اسلام اور دین کو حاکمیت کو قائم کرنے کا نام۔)

آؤ کہ بزم دہر میں سب مل کے پھر آذان دیں
بالا ہو بول دین کا ہم راہ حق میں جان دیں
باطل کو بھاگنا پڑے تبلیغ کو یہ شان دیں
قولی فریضے چھٹ گئے ان کی قضائیں اور ہیں
(تبلیغ کا مزا تو جب ہے کہ کفر کے اندھیرے مٹتے چلے جائیں۔ حکومت کافر کرتا رہے اور ہم گوشوں کھدروں میں بیٹھ کر تبلیغیں کرتے رہیں' کیا فائدہ ہو گا؟)
باطل کو بھاگنا پڑے تبلیغ کو یہ شان دیں
قولی فریضے چھٹ گئے ان کی قضائیں اور ہیں
(قوموں سے جب فرائض چھٹتے ہیں تو گردنیں کٹ کر

قضا کئے جاتے ہیں، سجدوں سے قضا نہیں ہوتے۔)

آؤ کہ بزم دہر میں سب مل کے پھر آذان دیں
بالا ہو بول دین کا ہم راہ حق میں جان دیں
باطل کو بھاگنا پڑے تبلیغ کو یہ شان دیں
قولی فریضے چھٹ گئے ان کی قضائیں اور ہیں
تیری دعائیں اور ہیں میری دعائیں اور ہیں
عاشق دل فگار کی ساری ادائیں اور ہیں
آ سن ذرا دھیان سے! کہنا ہے یہ فقیر کا
تو بندہ آزاد ہے قیدی نہ بن لکیر کا
تو آبرو ہے دین کی سن فیصلہ ضمیر کا

(اپنے دل سے، اپنے ضمیر سے پوچھ لے کیا کسی مسلمان کا ضمیر کافرانہ نظام پہ مطمئن ہو سکتا ہے؟ تو پھر کسی کے کہنے کی کیا ضرورت ہے؟ اپنے دل سے اپنے ضمیر سے بندہ پوچھے)

آسن ذرا دھیان سے! کہنا ہے یہ فقیر کا
تو بندہ آزاد ہے قیدی نہ بن لکیر کا

مومن صرف اللہ کا بندہ ہوتا ہے اور بندوں کے درمیان آزاد رہتا ہے۔ بندہ بھی ہے، آزاد بھی ہے۔ کتنی عجیب بات ہے غلام بھی ہے آزاد بھی ہے۔ غلام اللہ کا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا، اللہ کے دین کا ہے۔ ساری خدائی میں وہ آزاد ہے اسی لئے مومن کو بندہ آزاد کہا جاتا ہے۔ آزاد غلام۔ غلام بھی ہے لیکن اللہ کا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا، اللہ کے دین کا۔ اور ساری کائنات میں ساری مخلوق میں آزاد ہے کسی کا قیدی نہیں ہے۔)

آ سن ذرا دھیان سے! کہنا ہے یہ فقیر کا
تو بندہ آزاد ہے قیدی نہ بن لکیر کا
تو آبرو ہے دین کی سن فیصلہ ضمیر کا
نکلو نفس کے جال سے اس کی وفائیں اور ہیں
تیری دعائیں اور ہیں میری دعائیں اور ہیں
اور عاشق دل فگار کی ساری ادائیں اور ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا شعر کے بارے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کلام حَسَنَۃٌ حَسَنٌ وَ قَبِحَۃٌ قَبِیْحٌ۔ اس میں اچھی بات کی جائے تو اچھا ہے، برائی پہ استعمال کیا جائے تو برا ہے۔ وہی بات آپ جب نثر میں سمجھا کر کہتے ہیں تو وہ سننے والے کو اس طرح متاثر نہیں کرتی جب آپ اسے کسی قافیہ ردیف میں قید کر کے، بند کر کے، باضابطہ کر کے کہتے ہیں تو زبان زد خاص و عام ہو جاتے ہیں اور تبلیغ کا یہ انداز بھی عجیب ہے کہ یہ شعر، یہ نغمے، یہ ترانے گلی کوچوں میں بچوں کی زبان پر، گلی ڈنڈا کھیلتے ہوئے، لڑتے بھڑتے ہوئے، سکول جاتے سکول آتے ہوئے، دکانوں پہ بیٹھے ہوئے، یہ کیسٹوں پہ بج رہے ہوں تو ایک یہ بھی موثر طریقہ ہے ان لوگوں تک بات پہنچانے کا جو بڑے مودب ہو کر باوضو ہو کر مسجد میں بیٹھ کر نہیں سنتے۔ ہماری **بد نصیبی** یہ کہ ہم دو حصوں میں بٹ گئے ہیں جو مسجد میں نہیں آتے وہ مسجد کی بات سننا بھی گوارا نہیں کرتے۔ یہ بڑی بدقسمتی ہے کہ چلو لوگ نماز نہیں پڑھتے لوگ مسجد نہیں آتے لیکن کم از کم دین کی، وقت کی، ضرورت کی، اسلام کے اعتبار سے ایک مسلمان کی ذمہ داری کی بات تو سنیں۔ وہ بات سننا ہی گوارا نہیں کرتے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ جن مساجد میں لاؤڈ سپیکر میں تقریریں ہوتی ہیں اور چھتوں پہ لاؤڈ سپیکر لگے ہوئے ہیں باہر کوئی نہیں سنتا بلکہ لوگ تنگ ہوتے ہیں کہ انہوں نے شور مچا رکھا ہے۔ احباب مساجد میں آتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم مسجد میں آئے سجدہ کیا، تقریر بھی سن لی، تبلیغ بھی سن لی، تھوڑی دیر ذکر بھی کر لیا، بس اب ہم فارغ ہو گئے۔ ہمارے ذمے جو کچھ تھا ہم نے وہ کر دیا۔ جو مساجد میں تشریف رکھتے ہیں انہیں میدان کی خبر لینی چاہئے جو مساجد سے باہر ہیں انہیں مساجد سے دین کا درس لینا چاہئے۔ یہ ہماری ضرورت ہے۔ کسی انداز سے پہنچے نظم سے پہنچے، شعر سے پہنچے، غزل سے پہنچے لیکن ہماری آواز ہر اس بندے تک پہنچے جو اپنے مسلمان ہونے کا دعوی کرتا ہے۔ نیک ہے یا بد، امیر ہے یا فقیر، حاکم ہے یا محکوم، اس

مقصدِ تخلیق

حضرت شیخ المکرم مدظلہ العالی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰکُمۡ عَبَثًا وَّ اَنَّکُمۡ اِلَیۡنَا لَا تُرۡجَعُوۡنَ۔ فَتَعٰلَی اللّٰہُ الۡمَلِکُ الۡحَقُّ ج لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ج رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡکَرِیۡمِ۔ (المومنون ۱۱۵ - ۱۱۶)

اللہ جل شانہ نے اس وسیع اور انسانی اعداد و شمار سے بالاتر بے حساب و بے شمار مخلوق اور اس کی اقسام کو اس دار دنیا میں فضول پیدا نہیں فرمایا اس ساری صنعت کا، اس وسیع تر تخلیق کا، اس سارے نظام کا کوئی مقصد تو ہو گا۔ بغیر کسی مقصد کے کوئی انسان بھی کچھ نہیں بناتا۔ اگر کوئی جانور بھی کھوہ بناتا ہے تو مقصد ہوتا ہے اس میں رہنا۔ کوئی انسان ذرہ برابر چیز بھی بناتا ہے تو اس کا کوئی مقصد ہوتا ہے۔ رب العلمین نے اتنی وسیع کائنات بنائی۔ اس کی وسعتوں میں انسان کا وجود صرف اتنا ہے کہ کوئی بھی شخص اگر اپنے آپ کو اعداد و شمار میں لکھنا چاہے تو اعشاریہ لگا کر زیرو لگانا شروع کر دے اگر اس کی زندگی سینکڑوں برس بھی ہو تو زیرو لکھتا جائے گا ایک لکھنے کی باری نہیں آئے گی۔ اللہ کی اتنی وسیع تخلیق ہے، کہ اس میں سے انسان اپنے لئے ساری زندگی کروڑوں صفر لگانے کے بعد بھی ایک نہیں لکھ سکتا ہمیشہ زیرو ہی لکھے گا۔ آپ نے کبھی دیکھا کہ چیونٹی کے لشکر اس طرف سے اٹھتے ہیں اور اس طرف جا رہے ہوتے ہیں یہاں کا سامان وہاں منتقل کر رہے ہوتے ہیں یہاں سے گھر چھوڑ کر وہاں بنا رہے ہوتے ہیں ہم نوٹس ہی نہیں لیتے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی قابل توجہ بات ہی نہیں ہے کیا ہے اس میں اگر کیڑیوں نے وہ گھر چھوڑ دیا اور وہ کیڑیاں منتقل ہو کر اس گھر میں چلی گئیں؟ کیا فرق پڑا؟ اگر کائنات کی وسعت کو دیکھا جائے تو یہ انسانی فتوحات اور لاؤ لشکر اور ممالک کی سرحدیں بالکل ایسے لگتی ہیں جیسے چند کیڑے مکوڑوں نے ادھر کا گھر چھوڑ کر ادھر کر لیا۔ اتنی وسیع کائنات اور اتنی رنگا رنگ مخلوق ہے اس میں کہ کوئی حیثیت نہیں بنتی انسان کی۔ یہ بڑے بڑے فاتحین عالم، ممالک کی سرحدیں الٹنے والے اللہ کی تخلیق کے اس سارے پس منظر میں دیکھا جائے تو یوں پتہ چلتا ہے جیسے چند کیڑے مکوڑے ادھر سے اٹھ کر ادھر بیٹھ گئے کوئی بہت بڑا انقلاب، کوئی بہت بڑی تبدیلی، کوئی بہت بڑا نظام کائنات کوئی عجیب و غریب اظہار کچھ نہیں ہوتا۔ بڑے بڑے نامور لوگ، بڑے بڑے شہنشاہ، بڑے بڑے جابر سلاطین، بڑے بڑے ادیب و شاعر اور دانش ور مر جاتے ہیں کچھ نہیں ہوتا۔ اسی طرح سورج طلوع ہوتا ہے غروب ہوتا ہے بارشیں ہوتی ہیں، بادل برستے ہیں، فصلیں اگتی ہیں، آنے والے میدان عمل میں آتے ہیں جانے والے دنیا چھوڑ کر چلتے رہتے ہیں کچھ نہیں ہوتا۔ پتہ ہی نہیں چلتا

کہ کون آیا اور کون گیا اتنا وسیع نظام ہے۔ کروڑوں لوگ ہر لمحہ پیدا ہوتے ہیں کروڑوں لوگ ہر لمحے مر جاتے ہیں سورج کی رفتار متاثر نہیں ہوتی' بارش اور فضا اور ہوا متاثر نہیں ہوتی' زمین و آسمان کی گردش متاثر نہیں ہوتی سب کچھ ویسے کا ویسا ہی رہتا ہے۔ آپ ایک ایک بندے کو نوٹ کریں ہر بندہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کائنات کا سب سے اہم پرزہ میں ہوں اگر میں یہاں نہیں ہوں گا تو یہ گھر آباد نہیں رہے گا۔ اگر میں وہاں نہیں ہوں گا تو یہ ملکی سیاست تباہ ہو جائے گی' اگر میں وہاں نہیں ہوں گا تو فلاں صنعت تباہ ہو جائے گی اور پھر جب وہ نہیں ہوتا تو کچھ بھی تباہ نہیں ہوتا۔ یہ اتنے لوگ' اپنے آپ کو بہت زیادہ اہمیت دینے والے' کہاں ہیں؟ یہ جو ہمارے پاس زمینیں ہیں' جائیدادیں ہیں' وسیع کھیت ہیں' پہاڑ ہیں' یہ کب سے ہیں؟ کون جانتا ہے؟ کس کس نے یہ ذمہ داری لی کہ انہیں آباد رکھے اور سوچا کہ یہ آباد ہیں' میں ہوں تو یہاں درخت اگتے ہیں' میں ہوں تو ان کھیتوں میں فصل ہوتی ہے' میں نہیں ہوں گا تو کچھ نہیں ہو گا۔ کہاں ہیں وہ لوگ؟ کتنے لوگ آئے' ان کے مالک بنے' ان پر محنت کی' انہیں بنایا سنوارا' وہ کھیت وہیں ہیں' وہ جنگل وہیں ہیں' وہ پہاڑ وہیں ہیں' مالک چلے گئے۔ ایک سے دوسرے کو دوسرے سے تیسرے کو تیسرے سے چوتھے کو آگے سے آگے منتقل ہوتے رہے اور کوئی فرق نہیں پڑا۔ تو یہ جو سارا نظام چل رہا ہے اور جب تک رب کریم چاہتا ہے چلتا رہے گا کسی کے آنے جانے سے اس کا کچھ نہیں بگڑتا' کسی کے ظلم و جور سے سورج اندھیر نہیں ہوتا' کسی کے سبب بارشیں زیادہ نہیں ہوتیں' بس ایک نظام ہے' چل رہا ہے اور اللہ کریم فرماتا ہے۔

کہ یہ تمہارا وجود کچھ بھی نہیں ہے مگر یہ مت سمجھو کہ یہ کچھ نہیں ہے یہ بہت کچھ ہے **اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا** کیا تم نے یہ سمجھ یا ہے کہ ہم نے تمہیں فضول پیدا کیا ہے اور تم آئے' بیٹھے' کھایا پیا' چلے گئے' نہیں۔ اگر اس پہ آپ تھوڑا سا غور کریں تو ایک عجیب بات نظر آتی ہے۔ جس قدر معلوم سیارے اور ستارے سائنس کی نگاہ میں' علم کی نگاہ میں' آ سکے ہیں ان سب کی توجہ کا مرکز یہ زمین ہے اگرچہ یہ چھوٹا سا سیارہ ہے۔ سورج اس سے کروڑوں گنا بڑا ہے چاند اس سے بڑا ہے اور فضا میں بڑے بڑے سیارے ستارے اس سے کروڑوں گنا بڑے موجود ہیں اور اربوں کھربوں کی تعداد میں کوئی گن نہیں سکتا لیکن ایک بات طے ہے کہ سورج سے لے کر ہر ستارے تک جو سماوی میں جو کچھ بھی ہے ہوائیں ہیں یا بادل ہیں' یا فضا میں ستارے ہیں یا سیارے ہیں ان سب کی توجہ کا مرکز یہ زمین ہے کہیں کسی کے طلوع و غروب سے اس کے سمندروں میں مد و جزر پیدا ہوتا ہے' کہیں کسی سیارے کی گرمی سے اس پر بخارات بنتے ہیں' کسی سیارے کی ٹھنڈک سے اس کے بادل برستے ہیں' کسی کی دھیمی چاندنی اس کے پھلوں کو مٹھاس بخشتی ہے' کسی کی تپش اس کے پھلوں کو پکاتی ہے چیونٹی کے انڈے سے لے کر ہاتھی جیسے بڑے عظیم الجثہ جانور تک مختلف سیارے' ستارے' سورج' چاند اور فضائیں ایک ایک وجود کی پرورش کرتی رہتی ہیں۔ ایک ایک تنکے کے اگنے کا سبب بنتی رہتی ہیں۔ ایک ایک قطرے کے برسنے کا سبب بنتی رہتی ہیں۔ یہ تمام کائنات میں' جتنی معلوم دنیا ہے' جو کچھ انسان کے علم میں آ چکا وہ اور جس کی خبر رب جلیل اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دی وہ بھی اسی بات کی تصدیق فرماتی ہے کہ ہر ذرہ جو سماوی کا متوجہ ہے۔ حتیٰ کہ آسمانوں کی مخلوق' فرشتے' ان کے دفاتر' ان کا سارا کاروبار' اس سب کی انتہا اسی معمورہ عالم کی آبادی پہ آ کر ہوتی ہے۔ اس معمورہ عالم میں جو کچھ ہے جانور ہیں' درندے ہیں' پرندے ہیں' حیوان ہیں' سبزہ ہے' درخت ہیں سب کچھ ایک انسان کے لئے ہے۔ انسان ایک ایسی مخلوق ہے جو ایک جانور پر سواری کرتا ہے' دوسرے کا دودھ پیتا ہے' تیسرے کو کاٹ کر اس کا گوشت کھا لیتا ہے اور اس سب کا اسے حق حاصل ہے۔ جانور کاٹ کر انسان کی غذا

بن جانے کا مطلب ہے وہ اپنی منزل پر پہنچ گیا ہے۔ جانور کی کھال کے انسان جوتے بنا لیتا ہے تو یہ اس جانور کی سعادت ہے کہ اس کی کھال درندوں سے پھٹنے کی بجائے انسانوں کی خدمت کے کام آئی۔ زمین کا سینہ چیر کر طرح طرح کی کھیتیاں پھل اگاتا ہے اور ایک ایک پھل سے' ایک دانہ گندم سے' ایک چنے کے دانے سے' ماش کے ایک دانے سے' پچاس قسم کے کھانے بناتا ہے یہ سارا کچھ ایک انسان کے لئے ہے۔

فلاسفہ کا ایک قول ہے کہ انسان کبھی آنکھیں بند کر کے یہ سوچے کہ دنیا میں' روئے زمین پر میں اکیلا ہوں کوئی دوسرا انسان نہیں ہے تو اسے سمجھ آنی چاہئے کہ اس ایک کے لئے کتنے وسیع کارگاہ حیات کو اللہ نے عمل پر لگا رکھا ہے۔ اس ایک بندے کے لئے سورج طلوع ہوتا ہے' چاند آتا ہے' رات دن بنتے ہیں' موسم میں تبدیلی آتی ہے' برسات آتی ہے' بہار آتی ہے' خزاں آتی ہے' چشمے ابلتے ہیں' دریا بہتے ہیں' کھیت اگتے ہیں۔ اس ایک بندے کے لئے کتنا بڑا نظام چل رہا ہے اور یہ نظام ایک ایک فرد کے لئے گردش میں ہے۔

اگر اس نظر سے دیکھا جائے تو یہ حقیر سا بندہ جو ساری زندگی اپنے آپ کو ایک نہیں لکھ سکتا اس ساری کائنات کی توجہات کا مرکز اور حاصل کائنات ہے اس لئے ارشاد ہوتا ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ بہترین تقویم' بہترین اندازہ' بہترین ترتیب اور شاندار تخمینہ پر انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔ اس کی قدوقامت' اس کی شکل و صورت' اس کی سوچ' اس کی فکر' اس کے ارادے۔ حسین تر ہیں کائنات کی ساری مخلوق سے۔ اگر یہ ساری مخلوق' یہ ساری وسیع کائنات' عبث نہیں ہے۔ میرے لئے ہے' آپ کے لئے ہے' ایک ایک بندے کے لئے ہے' تو بندہ کس کے لئے ہے؟ اتنا اہم رکن ہے' جو اتنی اہم اکائی ہے یہ کس لئے ہے؟ یہ ہے وہ بات جو اس آیہ کریم میں انسان کو یاد دلانا مقصود ہے کہ یہ مت سوچو کہ

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا فضول اتنا وسیع کارگاہ حیات تمہاری خدمت پہ لگا دیا اور تمہارا کوئی مصرف نہیں؟ ایسی بات نہیں ہے بلکہ حدیث قدسی میں آتا ہے

کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا مجھے یہ بات پسند آئی کوئی میرا جاننے والا بھی ہونا چاہئے کسی کو میری عظمت کا شعور ہونا چاہئے۔ کوئی دل میرے لئے دھڑکنا چاہئے' کسی جان کو میرے لئے قربان ہونا چاہئے' کوئی گردن میری خاطر کٹنی چاہئے' کسی کو مجھ پر نثار ہونا چاہئے' کوئی ایسا بھی ہو میری مخلوق میں جو محض میرے لئے' محض مجھے پانے کے لئے' محض میرے جمال کے لئے' محض میرے ساتھ ایک بات کرنے کے لئے' کٹ جائے' قربان ہو جائے' اتنی وسیع کائنات' اتنی سہولتیں' اتنے آرام' اتنے عیش' اتنی اہمیت یہ سارا کچھ قربان کر دے۔ اتنا مجھے پہنچانتا ہو' اتنا میرے قریب تر ہو' اتنی اسے مجھ سے محبت ہو کہ میں ساری کائنات اس کے قدموں میں ڈھیر کر دوں اور وہ ساری کائنات میرے نام پر نچھاور کر دے اور میرے لئے قربان ہو جائے۔ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ میں نے انسانیت کو پیدا کر دیا اور انسان صرف وہ واحد مخلوق ہے جسے شعور یہ بخشا گیا ہے کہ وہ اللہ کی عظمت کو' اپنی حیثیت کے مطابق جان سکتا ہے۔ فرشتے سے لے کر مٹی کے ایک ذرے تک یہ ساری مخلوق اطاعت کرتی ہے حکم کی۔

لَا تَتَحَرَّکُ ذَرَّۃٌ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ اللہ کے حکم کے علاوہ کوئی ذرہ بھی حرکت نہیں کرتا لیکن یہ سارے حکم کے بندے ہیں حاکم کون ہے؟ وہ کیسا ہے؟ یہ جاننا ان کی جرات سے بالاتر ہے۔ یہ سوال ان کے سوچنے کا نہیں ہے ان کا یہ منصب ہی نہیں ہے۔ فرشتہ یہ فکر نہیں کر سکتا کہ میرا رب کیسا ہے؟ وہ فقط یہ جانتا ہے کہ رب ہے اور یہ رب کا حکم ہے بات ختم۔ انسان کو یہ شعور بخشا گیا کہ یہ حجابات الوہیت اٹھا کر جھانکے کہ پس پردہ ہے کون؟ اور وہ کیسا ہے؟ یہی مقصد تخلیق تھا۔

فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ مجھے یہ بات پسند آئی کوئی میرا

پہچاننے والا' جاننے ولا ہونا چاہیے۔ کوئی تو ایسا ہو جو میری ذات سے' میری صفات سے' کماحقہ واقف ہو اور پھر میں اسے آزاد کر دوں کہ تو میرے حکم کا پابند نہیں ہے اور وہ کہے کہ مجھے تیری غلامی ہزارہا آزادیوں سے زیادہ عزیز ہے۔ ذرے پابند ہوں' بادل پابند ہوں' ہوائیں پابند ہوں' فضائیں پابند ہیں' سورج پابند ہو' چاند پابند ہو' زمین و آسمان میرے حکم کے باندھے ہوئے ہوں لیکن وہ ایک مخلوق جو میری ذات سے واقف ہو میں اسے آزاد کر دوں کہ تو میری اطاعت کر یا نافرمانی' جا تجھے آزاد کیا۔ میں اپنے حکم سے' میں جبرا" تیری گردن پکڑ کر نہیں جھکاؤں گا۔ اور وہ کہہ دے بار الہا یہ گردن تیری بارگاہ میں کٹ جائے گی اٹھے گی نہیں۔

تو فرمایا تمہاری تخلیق کا ایک مقصد ہے۔ تمہارا یہ ننھا سا وجود جسے تم کچھ بھی شمار نہیں کر سکتے' جس کی کوئی حیثیت نہیں ہے' جس کے لئے میں نے اتنی وسیع کائنات پیدا کی ہے کیا تم صرف اسی پر قربان ہو جاؤ گے یا اس کو کسی پر قربان کرنا سیکھو گے۔ اگر تم نے اسے عظمت باری پہ قربان کرنا سیکھ لیا تو تم نے اپنی زندگی کا مقصد پالیا۔ اور اگر یہ نہ کر سکے تو تم نے خود کو بھی کھو دیا اور یہ مت بھولو **اَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ** اس پہ مت رہو کہ تمہیں واپس میرے پاس آنا نہیں ہے۔ یہ سب کچھ عبث نہیں ہے۔ اس امتحان گاہ سے' اس گزرگاہ سے' گزرو گے تو تمہیں میرے پاس آنا ہو گا۔ اور اگر تم بھول جاؤ' اگر تم یہ قربانی نہ بھی دو' اگر تم اس سب حقیقت کا انکار بھی کر دو تو

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ تو میری عظمت کبھی گھٹائے گی نہیں میں تمہارے ماننے کا محتاج نہیں ہوں بلکہ نہ مان کر تم خود کو کھو دو گے۔ عظمت اسے تمہاری محتاج نہیں ہے اس کی شان بہت بلند ہے اور حق یہ ہے' کھری بات یہ ہے حکمران ہے ہی وہ اکیلا۔ سلطنت ہے ہی اس کی اختیارات ہیں ہی اس کے پاس' شاہی زیب ہی اس کو دیتی ہے۔ اس لئے کہ لا الہ الا ھو ج اس اکیلے کے علاوہ کوئی اس بات کا مستحق نہیں ہے کہ اس پر اپنی آرزوئیں' اپنی خواہشیں' اپنے مطالبات نچھاور کئے جائیں۔ اللہ تو اسی کو آپ کہیں گے نا جس کی خاطر آپ اپنی آرزوئیں چھوڑ دیں' اپنی خواہشیں چھوڑ دیں' اپنے مطالبات چھوڑ دیں۔ اور بلا چون و چراں غیر مشروط طور پر سرنڈر کر دیں۔ ہتھیار پھینک دیں کہ آپ کے رحم و کرم پہ نہیں کہ جو آپ چاہیں وہ ہو گا۔ میں کچھ چاہنے کا اختیار بھی آپ کو دیتا ہوں۔ میری کوئی خواہش کوئی آرزو نہیں ہے۔ میری آرزو' میری طلب' میری جستجو صرف تیری ذات ہے اس سے آگے وہ ہو گا جو تو چاہے گا۔

اور وہ بہت بڑے عرش 'کا' بہت بڑی عظیم سلطنت 'کا' بہت بڑے تخت کا اکیلا مالک ہے۔ اس کی ریاست کی حدود کی وسعت کا تم اندازہ نہیں کر سکتے اور اس کی شان حکمرانی کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا۔

سو فرمایا اپنے میں نہ کھو جاؤ کہ تمہاری کوئی حیثیت نہیں ہے اور خود کو بھول مت جاؤ کہ تمہارے پیدا کرنے کا ایک مقصد ہے۔ اپنے مقصد تخلیق کو پاؤ۔ اسی لئے کہ تمہیں واپس اللہ کی بارگاہ میں آنا ہے اور وہاں جا کر فیصلہ ہو گا کہ کون منزل پر پہنچا اور کون نامراد رہا۔

تک وہ آواز ضرور پہنچے اور ہماری آواز ان دلوں کو بھی گرما سکے جو محض اپنی غلط فہمیوں میں سرد ہو کر جم چکے ہوں۔ مومن کا خون جما ہوا نہیں ہوتا یہ ہمیشہ سیال ہوتا ہے۔ مومن کی زندگی موت کے سائے میں ہے اور قومی حیات ہمیشہ شہیدوں کے خون سے پیدا ہوتی ہے۔

اسلام کی عظمت باطل سے ٹکراؤ میں ہے' باطل سے دب کر رہنے میں نہیں۔

اللہ کریم ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے اور ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس قوم کو پھر سے میدان میں کھڑا کر سکیں باطل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر یہ کہہ سکیں کہ یہاں حق پر فیصلہ ہو گا۔ باطل کی نہیں چلے گی۔ اللہ وہ وقت جلدی لائے۔

ایمان کی سچائی

حضرت المکرم مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم إن اللہ یدافع عن الذین آمنوا ان اللہ لا یحب کل خوان کفور (الحج)

عزیزان گرامی! رب العلمین کا ایک قانون ہے جو اس نے اس سورۃ الحج کی آیہ مبارکہ میں بہت واضح ارشاد فرما دیا ہے اور وہ یہ ہے

إنَّ اللہ لفظ **ان** عربی میں کسی بات کو مزید موکد کرنے کے لئے لگایا جاتا ہے کہ یہ بہت پکی بات ہے اس پر مزید زور ڈالنے کے لئے کہ اللہ دفاع کرتا ہے دشمنوں سے ایمان والوں کا **إنَّ اللہَ یدافع عن الذین آمنوا** جن لوگوں میں ایمان ہوتا ہے جو صاحب ایمان ہوتے ہیں ان کو دشمنوں سے بچانا' ان کو دشمنوں کے مقابلے کی جرات دینا' ان کو دشمنوں پر غالب رکھنا اللہ کی ذمہ داری ہے' اس نے اپنے ذمے لی ہے۔ اور یہ نہیں فرمایا میں کروں گا۔ مستقبل کا صیغہ نہیں ہے فرمایا کرتا ہے ایسا ہوتا ہے۔

لیکن اگر کوئی نرے دعوے ایمان کے کرے اور اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا نہ کرتا ہو اور اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھتا ہو۔ پھر خیانت کرتا ہو؟ اور سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ انسان ایمان میں بھی دیانت داری نہ کرے اور دعوی ایمان میں بھی جھوٹ بولے سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ اللہ کو اللہ مانتے ہوئے اس کی ربوبیت پر دعوی ایمان رکھتے ہوئے چند ٹکوں کے لئے دوسروں کے سامنے بک جائے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو نبیؐ اور رسولؐ مانتے ہوئے ان کا اتباع نہ کرے۔ احکام شریعت کو اپنے مفادات دنیا کے حصول وقتی لذات کی خاطر چھوڑ دے اس سے بڑی خیانت کیا ہو گی۔ کسی سے کچھ لے لینا اور اس میں بد دیانتی کرنا کسی کو چھ دینے میں بد دیانتی کرنا یہ اس پائے کی خیانت نہیں ہے جس پائے کی خیانت ایمانیات میں ہوتی ہے جس پائے کی خیانت اطاعت واتباع میں ہوتی ہے۔

تو جب یہ آیہ کریمہ ہم پڑھتے ہیں کہ اللہ مومنوں کی طرف سے دفاع کرتا ہے تو فوراً" یہ خیال آتا ہے کہ روئے زمین پر سب سے زیادہ مقہور اور مجبور اور سب سے زیادہ مظلوم اس وقت وہی لوگ ہیں جو دعوی ایمان رکھتے ہیں تو ارشاد ہوتا ہے لیکن ہر کسی کو نہیں ہر دعوی ایمان والے کی میں حفاظت نہیں کرتا بلکہ

إنَّ اللہَ لا یحب کل خوان کفور خیانت کرنے والے اور کفران نعمت کرنے والوں کو تو میں پسند ہی نہیں کرتا۔ ان کی حفاظت کرنا تو دور کی بات ہے' انہیں دشمنوں پر غالب رکھنا تو بہت دور کی بات ہے' ان کی طرف سے مقابلہ کرنا تو بہت دور کی بات ہے' ان کی مدد کرنا بہت دور کی بات ہے' میں ایسوں کو پسند ہی نہیں کرتا۔

اب ہم مسلمانوں کی من حیث القوم بربادی اور

مظلومیت کے مختلف اسباب زیر بحث لاتے رہتے ہیں کبھی کسی کو امریکہ پہ بڑا غصہ آتا ہے کہ یہ اس کی بدمعاشی ہے دوسرا یہودیوں پہ بڑا ۔ تا ہے کہ یہ ان کی خرابی ہے۔ مغربی دنیا سے ہمیں بڑا شکوہ ہے کہ یہ ساری ان کی بے ایمانی ہے اور ان کی سیاست ہے وغیرہ وغیرہ لیکن کیا کبھی ہم نے یہ کوشش بھی کی کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم نے خود کو حفاظت الہیہ سے نکال لیا ہے۔ ہم نے اللہ کے ساتھ خیانت کر کے، اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کر کے خود کو اس قابل نہیں چھوڑا کہ اللہ کریم ہماری حفاظت فرمائیں، ہماری طرف سے دشمنوں کا مقابلہ کریں، ہمیں قوت عطا کریں مقابلے کی، فتح کی۔ اگر ایسا ہوا ہے تو جو بندہ اپنے ہاتھ پاؤں باندھ کر خود کو سمندر میں پھینک دے اور پھر وہ لہروں سے شکوہ کرے کہ یہ ڈبوتی کیوں ہیں۔ سمندری جانوروں سے اسے شکایت ہو کہ یہ گوشت نوچ کر کھا گئے تو میرے خیال میں پہلے اسے اپنا علاج کرنا چاہئے۔ پہلے اسے اپنی عقل کا علاج کرنا چاہئے، پہلے اسے خود سوچنا چاہئے کہ میں کیا کرنے جا رہا ہوں۔ اللہ کریم نے یہاں لفظ حفاظت استعمال نہیں کیا حفاظت بھی عربی کا لفظ ہے تحفظ، محفوظ، حفظ یہ سارے الفاظ آ سکتے تھے۔ اللہ کریم نے "یدافع۔" دفاع کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ یہ نہیں کہ اس کی کوئی مخالفت نہیں ہوتی تو اسے حفاظت مل جاتی ہے۔ مخالفت ہوتی ہے، سیاسیات ہوتی ہیں، بدمعاشیاں ہوتی ہیں، اس کے ساتھ یہودیوں کی ریشہ دوانیاں ہونگی۔ کافر حکومتوں کی ہونگی کافر قوتوں کی ہونگی، مگر اللہ اس کا دفاع کرتا ہے۔ دفاع ہوتا ہے مقابلہ کر کے حفاظت کرنا اللہ کریم فرماتے ہیں ان سب کا مقابلہ میں کرتا ہوں۔ اور مومن کو وہ قرب الٰہی نصیب ہوتا ہے (اگر وہ اپنے ایمان میں سچا ہو۔)

حدیث قدسی میں آتا ہے کہ اللہ کریم فرماتا ہے میں مومن کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے" میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے، اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے۔ یعنی وہی قدرت باری کا ظہور مٹھی بھر مسلمانوں کے وجود سے ہوتا ہے اور بڑی بڑی طاقتوں کو شکست ہو جاتی ہے اگر مسلمانوں پر کوئی آزار آتا ہے تو ان کے منازل و مراتب بلند کرنے کے لئے، انہیں مزید انعامات دینے کے لئے۔ کچھ لوگ شہید ہوتے ہیں تو وہ مزید ترقی درجات پانے کے لئے من حیث القوم مسلمان رسوا نہیں ہوتے۔

لیکن آج جس حال سے ہم دو چار ہیں وہ یہ ہے کہ ہماری شہادتیں بھی مشکوک ہیں۔ اس لئے کہ شہادت بھی تو اسی کو نصیب ہوتی ہے جو محض اللہ کے لئے جان قربان کریں ہم میں تو وہ جذبہ ہی مفقود ہو چکا ہے۔ مصیبت یہ ہے کہ ہم ہمیشہ اس سوچ میں رہتے ہیں کہ بے شمار لوگ ہیں ان سب کو اچھا عمل کرنا چاہئے یہ کبھی نہیں کوئی کہتا کہ ہم سب کو نیک عمل کرنے چاہئیں۔ جتنے ناصح ہیں، جتنے واعظ ہیں، جو نصیحت کرتے ہیں اپنے آپ کو باہر رکھ کے ساری دوسروں کے لئے کرتے ہیں۔ حالانکہ چاہئے یہ کہ بندہ سب سے پہلے اپنی ذات کا، اپنے وجود کا، اپنے کردار کا ذمہ دار ہو۔ اس کے ساتھ اپنے اہل و عیال کا ذمہ دار ہو۔ (قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نارا۔ خود کو، اپنی عیال کو آگ سے بچانے کی محنت کرو۔) پھر قوم ملک دین کی حفاظت کا ذمہ دار ہو۔ تو ہم نے کتنے بت پال لئے وقتی مفادات کے لئے، لمحاتی لذات کے لئے، جھوٹے اقتدار کے لئے اور اس کا نتیجہ ہم بھگت رہے ہیں۔ میرے خیال میں ہر محاذ پہ لڑنا ہماری مجبوری ہے۔ یہودیوں کی ریشہ دوانیوں کا مقابلہ کرنا، کافرانہ سیاست کا مقابلہ کرنا، کافر طاقتوں کا میدان میں مقابلہ کرنا سائنسی میدان میں، تحقیقی میدان میں، معاشی میدان میں، تجارتی میدان میں، معیشت میں، ہر جگہ۔ لیکن یہ سب کچھ اللہ جل شانہ کی مدد سے محروم ہو کر کیسے ہو سکے گا؟ یہ سب ہماری مجبوری ہے۔ اگر ہم یہ نہیں کریں گے تو حال اس سے بدتر ہوتا چلا جائے گا۔ اور آج تک ہم دیکھ رہے ہیں گذشتہ نصف صدی سے ہر آنے والا دن پہلے سے بدتر آتا ہے۔ اب بھی وقت ہے رسومات کو چھوڑئے۔ کوئی زندگی

کا ایک فیصلہ تو ایسا ہو جس میں لچک نہ ہو۔ کم از کم اپنے رب سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وفا کا فیصلہ' اپنے دین پر عمل کرنے کا فیصلہ کوئی ایک فیصلہ تو ایسا ہو جس میں بندہ کوئی لچک نہ رکھ سکے' کوئی گنجائش نہ دے سکے' کوئی سمجھوتہ نہ کر سکے۔ اگر ہم صرف یہ فیصلہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو نصرت الہیہ ہمارا ہاتھ تھام لے گی اور ہمیں اس پر عمل کرنے میں مدد دینا بھی اللہ کا کام ہے۔

لیکن افسوس یہ ہے کہ ہم فیصلہ نہیں کر پا رہے ہیں۔ اگر کوئی عبادت کرتا ہے تو اللہ کی نہیں' دنیا کے حاصل کرنے کے لئے یا اپنی شہرت کے لئے۔ حتی کہ لوگ ذکر اذکار کو' مراقبات کو بھی اپنی ذاتی انا کی تسکین اور اپنی شہرت کا سبب بناتے ہیں اس سوچ کے لوگ کیا اللہ کی مدد کے مستحق قرار پاسکتے ہیں؟ بدترین شخص دنیا میں وہ ہے جو دین کو اللہ کی عظمت کے بجائے اپنی بڑائی اپنی شہرت' اپنی پارسائی کی شہرت کا سبب بنائے۔ اور اس کا اندازہ میدان حشر میں ہو گا کہ اس کی کتنی کڑی سزا ہے۔ لیکن لوگ ایسا کرتے ہیں۔ بے شمار لوگ باوجود اس کے کہ وہ جانتے ہیں کہ انہیں کچھ نہیں آیا۔ بڑے بڑے جبہ و دستار پہن کر بڑے بڑے اشتہار لگا کر اسے حصول دنیا کا ذریعہ بنائے رکھتے ہیں۔ کیاوہ نہیں سمجھتے کہ ان کے پاس وہ نعمت نہیں ہے جس کا وہ دعوی کرتے ہیں؟ ان کا دماغ خراب تو نہیں ہے جانتے ہیں۔ پھر ایسا کیوں کرتے ہیں؟ اس لئے کہ اللہ کے ساتھ ایمان نہیں ہے۔ خیانت کرتے ہیں ایمان کا دعوی کر کے۔ تو جس قوم کے مذہبی بھی نہیں روحانی پیشواؤں کا یہ حال ہو (روحانیت تو مذہبی تعلیمات کو قبول کرنے کے لئے قلب کو جلا دینے کا نام ہے اس کی بھی اساس ہے' مذہب کی جان ہے) جہاں روحانیت کے مدعی ایسے ہوں اس کا کیا حال ہو گا؟ تو اس اللہ اللہ کا مقصد ہی ہے کہ قران کو سمجھنے کا شعور نصیب ہو۔ اس پر یقین میں پختگی نصیب ہو۔ اور اس پر عمل کی توفیق نصیب ہو۔

حق یہ ہے کہ کوئی مٹھی بھر لوگ بھی اس فیصلے میں پکے ہو جائیں تو انقلاب لایا جاسکتا ہے' تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔ وہ مٹھی بھر جنہیں اللہ کی مدد حاصل ہو' جن کا دفاع رب العلمین کرتا ہو وہ ساری روئے زمین کی ساری طاقتوں سے زیادہ طاقتور ہوتے ہیں۔

اللہ کریم ہمیں خلوص سے اپنی اطاعت کی اور کلمہ حق کی بلندی کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا! "قیامت کے دن تین قسم کے آدمی مشک کے ٹیلوں پر ٹھہرائے جائیں گے۔ ایک وہ نیک غلام جس نے دنیا میں اللہ کا حق بھی ادا کیا اور اپنے آقا کا بھی، دوسرا وہ آدمی جو کسی جماعت کا امام بنا اور لوگ اس کی نیک عملی اور پاک سیرت کی وجہ سے اس سے راضی اور خوش رہے اور تیسرا وہ بندہ جو دن رات کی پانچوں نمازوں کے لیے اذان دیا کرتا تھا۔"

(جامع ترمذی)

نماز

- نماز دین کا ستون ہے۔
- نماز مومن کی معراج ہے۔
- نماز برائیوں سے روکتی ہے۔
- نماز بے حیائی سے بچاتی ہے۔
- نماز جنت کی کنجی ہے۔

ذکرِ پاسِ انفاس

محمود خالد لودھراں

سلسلہ نقشبندیہ میں ذکر خفی قلبی جس طریقے سے کرایا جاتا ہے اس کا اصطلاحی نام ذکر "پاس انفاس" ہے۔ یعنی اپنے سانسوں کی نگرانی کرنا کہ وہ کہیں اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت میں تو نہیں آ جا رہے۔

اس کی تدبیر یہ ہے کہ دل کی ہر دھڑکن کو اپنے اس عمل سے جوڑا جائے۔ جس میں کبھی غفلت نہیں ہوتی، وہ عمل سانس لینا ہے۔ سانس اندر کھینچیں تو لفظ اللہ دل کی گہرائی میں اتر جائے اور جب سانس چھوڑیں تو لفظ "ھو" کی چوٹ دل پر لگے اس مشق سے دل ذاکر بن جائے گا۔

مکمل طریقہ ذکر یہ ہے کہ توجہ کی جائے اندر جانے والے ہر سانس کے ساتھ لفظ اللہ دل کی گہرائی تک اندر جا رہا ہے۔ اور جب سانس باہر آتا ہے تو اس کے ساتھ لفظ "ھو" خارج ہو کر ھو کی چوٹ دل پر یا اس لطیفے پر پڑتی ہے جس پر ہم ذکر کرنا چاہتے ہیں یہ بات خوب یاد رہے کہ۔ ذکر سانس سے نہیں کیا جاتا دل سے کیا جاتا ہے سانس صرف تیزی سے لیا جاتا ہے۔ اور ہر سانس کی نگرانی کی جاتی ہے کہ ہر سانس میں اللہ ھو، اللہ ھو، اللہ ھو، ہو۔

بعض کو یہ دھوکا ہوتا ہے کہ سانس سے ذکر کیسا؟ ان کے لئے وضاحت ہے کہ ذکر دل سے کیا جاتا ہے سانس صرف ایک خاص ترکیب سے لیا جاتا ہے اور بس۔

شیخ المشائخ عالم ربانی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنی کتاب "القول الجمیل" میں فرماتے ہیں۔

طریقہ اس طرح پر ہے کہ ذکر کرنے والا اپنے سانسوں پر بیدار اور ہوشیار ہوجائے۔ جب سانس باہر نکلے بغیر ارادے کے خود بخود لا الہ کہے او رجب سانس اندر جائے خود بخود الا اللہ کہے۔ طریقت کے بزرگوں نے کہا ہے۔

اس ذکر کا نام پاس انفاس ہے۔

نفی خطرات اور وسواس کے دور ہونے میں اس کا بڑا اثر ہے کسی عارف نے خوب فرمایا ہے۔

اگر تو پاس داری پاس انفاس
بسطامی رسانندت ازیں پاس

(اگر تو پاس انفاس کا اہتمام کرے تو تجھے یہ بادشاہ تک پہنچا دے گا)

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اپنی کتاب "ضیاء القلوب" صفحہ نمبر ۱۹ میں فرماتے ہیں۔

----پاس انفاس کا طریقہ----

انسان کو ہر سانس پر ہوشیار اور بیدار رہنا چاہئے اور بغیر پاس انفاس کی مدد کے انسان کا قلب کدورتوں اور تاریکیوں سے ہر گز صاف نہیں ہو سکتا ہے۔ اور پاس انفاس

اصطلاح صوفیہ اس کو کہتے ہیں کہ سانس لیتے اور سانس باہر کرتے وقت جہراً" یا سراً" (چپکے سے یا بلند آواز سے) ذکر کرے اور سانس لیتے وقت الا اللہ کہے صرف سانس سے اور سانس باہر آتے وقت لا الہ کہے۔ لیکن ذکر سری میں صرف سانس سے ذکر کرے او رمنہ باکل بند رکھے اور زبان کو ادنیٰ حرکت بھی نہ دے اور اس قدر پابندی اور استقلال چاہئے کہ سانس خود بخود بلا اردہ ذکر کرنے لگے۔

----- دوسرا طریقہ -----

سانس باہر کرتے وقت لفظ اللہ کو سانس میں لائے اور سانس لیتے وقت "ھو" کو اندر لائے اور تصور کرے کہ ظاہر و باطن ہر جگہ اللہ ہی کا ظہور ہے اور ذکو کی اس قدر غیر معمولی زیادتی کرے کہ سانس ذکر کی عادی ہو جائے اور حالت بیداری و غفلت میں ذاکر رہے اور پاس انفاس سے بہرہ ور ہو اور ماسوائے اللہ سے قلب بالکل صاف ہو جائے۔ چونکہ یہ قلب کو بالکل صاف اور کدورتوں سے پاک کر کے انوار الٰہی کا ھبط بنا دیتا ہے۔ اس وجہ سے اس کو اصطلاح صوفیہ میں جاروب قلب کہتے ہیں۔

ارشاد مرشد صفحہ ۹۶ پر لکھتے ہیں۔

لفظ مبارک اللہ کو سانس کے ساتھ اوپر کھینچے اور لفظ ھو کے ساتھ سانس کو چھوڑ دے اس ذکر کے خیال اور دھیان سے ایسی کثرت اور مشق کرے کہ دم ذاکر اور مستغرق بذکر ہو جائے۔

حضرت خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی" فرماتے ہیں۔

بے شک ذکر پاس انفاس صفائی باطن میں عجیب اثر رکھتا ہے لیکن ابتداء امر میں تو ذاکر اس کے شغل میں مجاہدہ کرتا ہے اجراء کے بعد ذکر خود بخود قلب ذاکر پر ایسا استیلا پاتا ہے کہ اس کو نہیں چھوڑتا اور یہی ذکر وظیفہ مردان حق ہے۔

نفس کی آمدوشد ہے نماز اہل حیات
جو یہ قضا ہو تو اے غافلو قضا سمجھو

(ملفوظات مہریہ کے ملفوظ ۱۳۲، ۱۵۶)

بحوالہ تعارف سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ صفحہ ۴۱، ۴۰ از حافظ محمد شریف صاحب)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ اپنے مکتوب گرامی بنام حافظ محمود حسین صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ ضبط پاس انفاس اور حرکات لطائف جہاں تک ہو سکے کرتے رہو اور جب غفلت آوے اور غفلت لازم انسان کو ہے تو پھر متنبہ ہو کر گریہ و زاری اور دعا کرو کہ الٰہی تیرا بندہ ہوں تو مجھ کو اپنے ذکر سے غافل مت کر اور غلفت پر استغفار و ندامت کو لازم کرو اگر رونا نہ آسکے تو رونا لاؤ۔ شغل اسم ذات معمولی طرح پر جس قدر ہو سکے پھر بعد رمضان زیادہ کر دینا مگر آدمی کی زبان سے جو کلمہ ذکر نکل جاوے اگرچہ ایک بار ہی ہو بہت غنیمت ہے دنیاومافیہا سے ایک لفظ بہتر ہے۔ سو کاروبار کرتے کرتے بھی اللہ اللہ کرتے رہے اور کچھ شمار کی حاجت نہیں چلتے پھرتے بھی اسی میں غرض ذکر کرنا ہے سانس سے حرکت سے زبان سے کثرت ذکر ہووے۔" (ماہنامہ سلوک و احسان، کراچی۔ ص نمبر ۱۵۔ جلد ۲ شمارہ ۲ صفر ۱۴۱۰ھ)

۲۔ پاس انفاس وغیرہ سب حیل اس کے ہیں کہ ذکر حیلہ میں قائم ہو جائے ورنہ اصل مقصود نہیں جب ذکر ذات قائم ہو جائے تو زبان اور افاس کسی کی ضرورت نہیں (مکاتیب رشیدیہ ۱۲)

(بحوالہ تصوف کیا ہے؟ مولانا محمد منظور نعمانی)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی" فرماتے ہیں۔ پاس انفاس شروع کر دو اور تا عمر نہ چھوڑو، اور حتی الوسع کوئی سانس خالی نہ جائے اور ابتداء میں قبل جاری ہونے کے ایک وقت معین کر کے پاؤ گھنٹہ اور آدھ گھنٹہ اس کو کر لیا کرو۔ یہ اختیار ہے خواہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ یا اس کے سوا جو چاہو سو کیا کرو۔

۱۔ وہ پاس انفاس بتلاتا ہوں جس کی غالب تاثیر سرد ہے ناکہ گرمی میں تکلیف نہ ہو وہ یہ ہے کہ جب سانس

اندر جائے تو صلی اللہ علیک یا محمد او رجب باہر آئے تو صلی اللہ علیک وسلم زبان تالو سے لگا کر خیال سے کہا کرو ۱۲) —— پس انفاس کی مجھے خاص طور سے تاکید ہوئی ہے یعنی بطریق وارد) (مباری التصوف)

حضرت حسین احمد مدنیؒ فرماتے ہیں لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ جو اصول تصوف میں ذکر کئے گئے ہیں یعنی بارہ تسبیحیں، ذکر جہری، پاس انفاس، مراقبہ وغیرہ اس کا بھی کسی حدیث میں ذکر نہیں ہے ان کا یہ اعتراض غلط ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانہ میں جہاد کے لئے تلوار تیر اور کمان وغیرہ کا تزکرہ آتا ہے او ربندوق مشین گن گولہ بارود اور ہوائی جہاز کا کوئی تذکرہ نہیں آتا ہے۔ آج اگر مسلمانوں کو شرعی جہاد کی ضرورت پڑے تو آپ یہ کہیں گے کہ جنگ تلوار سے کرنی چاہئے کیونکہ آنخضور صلی اللہ علیہ وسلم جنگ فقط تلوار، نیزہ اور تیر کمان سے کیا کرتے تھے، ہرگز آپ ایسا نہیں کر سکتے اور اگر آج ایسا کریں گے تو دشمن آپ کو دور ہی سے فنا کر دیں گے۔ مشین گن اور توپوں وغیرہ سے دشمن اگر حملہ کرے تو ہم کو بھی وہی چیز اختیار کرنی چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم فرمایا ہے **اعدوا لھم ما استطعتم من قوہ** (جو تم سے قوت ہو سکے دشمنوں کے مقابلہ کے واسطے تیار کرو)

مقصود جہاد سے اعلائے کلمتہ اللہ ہے جس چیز سے بھی ہو اور جس چیز کی ضرورت پڑے اس چیز کو استعمال کرو جس سے دشمن کو شکست دے سکو اس کو مہیا کرو اور مقابلہ کرو اسی طرح جس زمانہ میں آقائے نامدار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیات تھے، تو اس زمانہ میں تھوڑی ریاضت کی ضرورت پڑتی تھی اور اسی وجہ سے کام ہو جاتا تھا اور جتنے دن زیادہ گزرتے گئے ریاضتوں کی ضرورت زیادہ ہوتی گئی اسی وجہ سے چلہ، بارہ تسبیح، ذکر جہری اور پاس انفاس وغیرہ قلب کی صفائی کے لئے متعین کئے گئے۔

آقائے نامدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآن شریف میں زیرو زبر نہیں تھے حضرت ابوبکرؓ نے اپنے دور خلافت میں کتابی شکل میں جمع کرایا حضرت عثمانؓ نے ترتیب دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قرآن جس میں نہ زیر نہ زبر نہ نقطہ کچھ بھی نہیں تھا صحابہ کرام صحیح پڑھتے تھے مگر تھوڑے ہی زمانہ بعد اس کی ضرورت محسوس ہوئی عجمیوں کے خلط ملط کی وجہ سے لوگ زیر و زبر کے محتاج ہو گئے۔

پس یہ اعتراض کہ قرآن میں زیر و زبر نہیں لگانا چاہئے کیونکہ یہ حضورؐ کے زمانہ میں نہیں پائے گئے تو کیا یہ اعتراض کوئی وزن رکھتا ہے بے شک اس زمانہ میں لوگ بغیر زیر و زبر کے تلاوت کر لیتے تھے مگر آج مکہ اور مدینہ والے جن کی زبان عربی ہے وہ بھی بغیر زیر و زبر ونقطہ کے نہیں پڑھ سکتے جس طرح ہم محتاج ہیں صرف و نحو کے اسی طرح عرب والے بھی محتاج ہیں۔ تو زمانہ کے بدلنے کی وجہ سے احوال بدلتے رہتے ہیں لیکن وہ احوال جو مقصود کو بدلنے والے نہ ہوں ان کو سنت ہی کہا جائے گا۔

مختصر یہ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں احسان حاصل کرنے کے لئے ریاضت کی ضرورت نہ تھی مگر آج ہمارے مرشدوں نے بتلایا کہ اس طرح سے ذکر کرو اگر کوئی کہے یہ بدعت ہے تو سراسر غلط ہے۔

ہمارے بڑے تجربہ کار لوگوں نے کہا ہے کہ ذکر سری سانس کے ساتھ اور ذکر خفی روح کے ساتھ کرو بہر حال ذکر کوئی بدعت نہیں ہے۔

آج یہ کہنا کہ تصوف اور سلوک میں جو باتیں ہیں بدعت ہیں یہ غلط ہے۔ وہ مامور بہ ہیں ان پر عمل کرنا ہو گا کیونکہ اصل مقصد تصوف میں احسان ہے اس کے حاصل کرنے کے جو طریقے ہیں خلاف شریعت نہیں ہیں وہ سب ضروری ہیں، البتہ کوئی شخص کہے کہ مجھ کو خدا تک پہنچنے کے لئے قوال ڈھول گانے والے کی ضرورت ہے تو یہ خلاف شریعت ہے۔ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے ان چیزوں کی ممانعت کی ہے تو جن چیزوں سے ممانعت کی گئی وہ سنت میں داخل نہیں ہیں۔"

(خطبات مدنی خطبہ احسان و سلوک" صفحہ ۳۲ صفحہ ۶۶ کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

پاس انفاس کے اصلی غرض یہ ہے کہ انسان کا کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ رہے نہ اندر جانے والا سانس نہ باہر نکلنے والا سانس۔ انسان دن رات میں تقریباً" پچیس ہزار سانس لیتا ہے (ارشاد مرشد میں چوبیس ہزار لکھا ہے) سب کا سب ذکر سے معمور رہے۔ عمر عزیز کا جو حصہ بھی ذکر میں گزرے وہی زندگی ہے اور وہی مفید ہے (مکتوبات صفحہ ۱۷ جلد ۳ صفحہ ۹۳ بحوالہ شریعت و طریقت صفحہ ۱۸۴)

حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ'

حضرت مولانا محمد ایوب جان بنوری کے نام مکاتیب میں لکھتے ہیں پاس انفاس کی مشق اس قدر کریں کہ طبیعت ثانیہ بن جائے اور بلا اختیار و بلا ارادہ ہر وقت سانس اسی طرح جاری رہے' سانس میں کوئی آواز یا تیزی پیدا نہ ہونی چاہئے حسب عادت جاری ہو' زبان اور ہونٹ کو حرکت نہ ہونی چاہئے۔

(ماہنامہ دارالعلوم صفحہ ۴۴ ۔ ۴۳ ماہ مئی ۱۹۸۸)

تعلیمی اشغال بھی نہایت ضروری اور مفید ہیں مگر اذکار کے لئے بھی وقت ضرور رکھیں اور کمی نہ کریں اس وقت میں مراقبہ میں وقت صرف کرنا اشد ضروری ہے پاس انفاس اور ذکر قلبی چونکہ جاری ہو چکے ہیں ان کے لئے کوئی خاص وقت معنب کرنے کی ضرورت نہیں رہی وہ خود بخود جاری رہیں گے۔ صفحہ ۴۲

ہر نفس بہرت مسیحائیست چیست
گراندادی پاس اواز جہل ست
ایں چنیں انفاس خوش ضائع مکن
غفلت اندر شہر جان شائع مکن

(ماہنامہ دارالعلوم دیو بند شمارہ ۴ جلد ۷۳ صفحہ ۴۸)

حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلویؒ "رسالہ فوائد مہمات تصوف و دفع مغالطات" میں فرماتے ہیں

بدعت نام ہے احداث فی الدین کا یعنی دین میں دین کا مقصد جان کر نئی چیز کا اضافہ کرنا نہ کہ احداث الدین یعنی مقاصد دین کے حصول کے لئے تجربہ کی بنا پر کسی نئی تدبیر کا اختیار کرنا جیسے ---- دین میں علوم دین کی حفاظت و اشاعت کے لئے مدرسے کھولنا کتب خانے قائم کرنا درس تدریس کے لئے تصاب تعلیم کی نئی نئی صورتیں تجویز کرنا امتحانی سند دینا یہ سب باتیں نئی یا احداث ہیں لیکن چونکہ احداث الدین ہیں اس لئے بدعات نہیں نہ ان کی کتاب وسنت میں ڈھونڈنے کی ضرورت ہے

مثلاً" خشوع نماز میں (ھم فی صلوتھم خاشعون) اور حضور قلب (لا صلوت الا بحضور القلب) مقصود ومامور لئے اور تجربہ سے ذکر و شغل یا مراقبہ کی کوئی خاص صورت و ہیئت جو اس کے مقصد کے حصول میں معین ہے اور اس میں کوئی شرعی ممانعت بھی نہیں اس کو خود ایجاد و اختیار کر لینا یا دوسرے لوگوں سے معلوم کر لینا ایسا ہی ہے جیسے جہاد کے لئے تیروتفنگ کی بجائے بندوق و مشین گن کا ان سے سیکھ لینا ہے اور صوفیہ میں جو شغل پاس انفاس ہے اس کے سے یکسوئی ہوتی ہے اور خطرات دفع ہو جاتے ہیں

اسی طرح ذکر کے مختلف طریق ہیں جس میں جس کو جمیت ہو اختیار کرنا چاہئے کیوں کہ جمعیت گو خود مقصود نہیں لیکن مقدمہ ہے حصول مقصود کا اس لئے مطلوب ہے اور مقدمات کا حصول میں بہت دخل ہوتا ہے جیسے صرف نحو کا پڑھنا قرآن مجید کے سمجھنے میں بڑا دخل رکھتا ہے۔ اس لئے مشائخ نے مقاصد کے لئے کچھ مقدمات تجویز کئے ہیں ان کو عملاً ایسی اہمیت دی ہے جیسے مقاصد کو۔ کزانی اضافات الیومیہ حصہ ہفتم حکیم الامت قدس سرہ۔

اور مقدمات ہونے کی دلیل یہ ہے کہ مقاصد کی طرح ان مقدمات میں سے کسی خاص مقدمہ کو اختیار کرنا ہی لازم و واجب نہیں بلکہ جس سے جمعیت ہو ذکر زبانی یا قلبی یا پاس انفاس وغیرہ وہی کرتا ہے۔

(رسالہ فوائد مہمات تصوف صفحہ ۱۲ تا ۱۴)

مرشد ہی استعداد مرید کا واقف ہوتا ہے اور اس کے

مطابق و موافق وظائف زبانی یا قلبی یا پاس انفاس و مراقبات فرماتا ہے۔

(اصلاح نفس صفحہ ۱۶)

پاس انفاس کے معنی ہیں دل کی نگہداشت کرنا یعنی سانس باہر آئے تو اللہ۔ اندر جائے تو ہو نکلے۔ اس کی پوری مداومت کی جائے تو دل پر ذکر جاری ہو جاتا ہے۔ ہامر مشائخ فرماتے ہیں کہ جس کا ذکر جاری ہو جائے۔ اس کو ولی اللہ شمار کرتے ہیں پھر چلتے پھرتے 'کھاتے پیتے 'خرید و فروخت ' حتیٰ کہ سوتے میں دل ذکر اللہ میں مصروف رہتا ہے

(ملفوظات طیبات صفحہ ۷۸)

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا مہاجر مدنیؒ اپنی کتاب "شریعت و طریقت کا تلازم صفحہ ۱۸۳" میں فرماتے ہیں پاس انفاس بھی مشائخ سلوک کے یہاں اہم اشغال میں ہے جس میں سانس کے ساتھ اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے جس کے مختلف طریقے ہیں۔ جو مشائخ سلوک کے یہاں متعارف ہیں عمل تو اپنے شیخ کی تجویز پر کرنا چاہئے۔ لیکن اتنا سب میں مشترک ہے کہ ہر سانس کے ساتھ اللہ کا ذکر ہو گا۔ مشائخ سلوک کی تعلیمات میں اس پر خاص زور دیا جاتا ہے۔

فضائل ذکر فصل سوم حدیث نمبر ۱۷ کے فائدہ میں لکھتے ہیں صوفیہ کی اصطلاح میں ایک معمولی چیز پاس انفاس ہے یعنی اس کی مشق کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر کے بغیر نہ اندر جائے نہ باہر آئے۔ امت محمدیہ کے کروڑوں افراد ایسے ہیں جن کو اس کی مشق حاصل ہے۔

(شریعت و طریقت صفحہ ۱۸۴ پر ہے۔)

حدیث میں باب صفۃ الجنۃ و اہلہا میں طویل حدیث میں اہل جنت کے اصول ذکر کر کے لکھا ہے کہ -----
"وہ تسبیح و تحمید کا ایسا الہام کئے جائیں گے جیسے بلا اختیار تم کو سانس آتا ہے۔"

محشی نے مرقاۃ سے نقل کیا ہے کہ وہ حضرات تسبیح تہلیل سے نہ تھکیں گے جیسے تم سانس سے نہیں تھکتے ہو اور جیسے سانس لیتے ہوئے دوسرے کام میں رکاوٹ نہیں ہوتی ہے۔

یا یہ مطلب ہے کہ ذکر ان کی صفت لازمہ بن جائے گی۔ جیسا کہ سانس زندگی کے لئے صفت لازمہ ہے (مشکوٰۃ ۳۹۶)

حضرت مولانا صوفی محمد اقبال صاحب مدظلہ لکھتے ہیں اسی (حدیث) کے ذیل میں حضرات عارفین کا قول نقل فرمایا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص دنیا میں جنتوں کی سی حالت نہ پالے گا اس کو آخرت کی جنت سے پہلے دنیا ہی سے ایک جنت (یعنی جنت کی حالت و مزا) حاصل ہو جائے گی۔اور اس کی یہ دنیاوی جنت آخرت کی جنت ملنے کا وسیلہ ہو گی۔ آخرت کی جنت اس دنیاوی جنت کا ثمرہ ہو گی لہٰذا پاس انفاس کی اصل حدیث سے بھی ثابت ہو گئی۔ اسی لئے امام العصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرما گئے کہ صوفیا کے اشغال میں " پاس انفاس ظاہر شریعت کے قریب تر ہے۔ (صقالۃ القلوب صفحہ ۵۷)

لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله

یعنی ان کو خرید و فروخت بھی اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی صحابہ کرامؓ کی یہ حالت تو محض فیض صحبت فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کرشمہ تھی لیکن اب پاس انفاس ایک ایسا شغل ہے کہ جس کی مشق کر لینے سے یہ بہت آسانی سے حاصل ہو سکتا ہے کہ کوئی سانس بھی بغیر ذکر کے خالی نہ جائے۔ اور کوئی طاقت بھی خرچ نہ ہو اور یہ شغل کسی دوسرے کام میں مانع بھی نہ ہو۔

(حوالہ بالا)

لفظ مبارک اللہ کو سانس کے ساتھ اوپر کھینچے اور لفظ "ہ" کے ساتھ سانس چھوڑے یعنی سانس لینے میں ذرا سی حرکت کے ساتھ بغیر زبان ہلائے لفظ اللہ کا خیال کرے اور سانس واپس کرنے میں "ہ" پیدا ہونے کا تصور کرے اس کو

سیکھنے اور سکھلانے کے وقت تو سانس زور سے لیا جاوے گا مگر طریقہ سمجھ لینے کے بعد سانس کو اپنی طبعی حالت میں رکھنا چاہئے۔

نوٹ۔ جیسا کہ اوپر لکھا کہ پاس انفاس کے مختلف طریقے ہیں۔ طریقہ مرکوز کہ اللہ مبارک کو سانس کے ساتھ" اوپر کھینچے اور "ہ" کے ساتھ ساتھ سانس چھوڑ دے اسی طرح حضرت (مولانا رشید احمد) گنگوہیؒ نے حضرت (مولانا خلیل احمد) سہارنپوری کو سکھایا اور اس طرح حضرت اقدس شیخ دام مجدھم تعلیم فرماتے ہیں۔ (مقالتہ القلوب صفحہ ۵۸۔ ۵۹)۔ لہٰذا خدمات دینیہ میں مشغول حضرات کو اس چیز کی طرف زیادہ توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ صفحہ ۶۱

تفسیر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی مہتمم مدرسۃ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ بزرگان دین یہ بھی فرماتے ہیں کہ انسان کا کوئی سانس ذکر سے خالی نہیں ہونا چاہئے۔ نفی اثبات کا ذکر لا الہ الا اللہ کے ذریعے کرے یا صرف ذکر جلالہ اللہ کرے آدھا سانس لیتے وقت ہو اور آدھا سانس ختم ہوتے وقت۔ اس ذکر کے لئے کوئی پابندی نہیں' یہ ہر حالت میں روا ہے اللہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں سوئے ہوئے ہیں مگر ہر سانس کے ساتھ اللہ کا ذکر جاری ہے۔ نقشبندی حضرات کسی سانس کو ضائع نہیں ہونے دیتے۔ چلتے وقت ان کا کوئی قدم بھی ذکر الٰہی سے خالی نہیں ہوتا' بلکہ ہر قدم پر اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ (معالم العرفان فی دروس القرآن جلد چہارم صفحہ ۴۸۴)

المرشد دینی رسالہ ہی نہیں'
ایک تحریک بھی ہے۔

نوٹ:- آئندہ المرشد کا سالانہ چندہ -/۱۴۰ روپے کی بجائے -/۱۵۰ روپے بھیجیں۔

تعلیمات رسولؐ کی روشنی میں ثقافتی یلغار کا حل۔

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی

رہنمائے کاروان انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کا مطالعہ ہمارے تمام معاشرتی مسائل کا حل ہے۔ پاکستان معاشرے پر ثقافتی یلغار اور تعلیمات رسول روشنی میں اسکے حل کے لئے مندرجہ ذیل تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں۔

1 عورت اور پردہ۔

سورۃ احزاب کی آیت ۵۷ میں ارشاد ہے اے نبی اپنی بیویوں اور بیٹوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر چادر کے گھونگھٹ ڈال لیا کریں۔ اس سے توقع کی جاتی کہ وہ پہنچانی جائیں گی اور ان کو ستایا نہیں جائے گا " اسلام شرم و حیا" کی تلقین کرتا ہے یہ شرم و حیا نیک سیرت انسان کی ایک ایسی صفت ہے کہ اسے لغزش اور کوتاہی کے موقع پر سہارا دیتی ہے یہ شرم و حیا ہی کا اثر ہے کہ انسان خواہ مرد ہو یا عورت ہو اپنے جسم کے ان تمام حصوں کو پردے میں رکھنے کی سعی کرتا ہے جو جنسی میلان میں ہیجان برپا کرنے کی وجہ بنیں۔ اسلام نے بدنگاہی کو ام الخبائث کہا۔ یہ فحاشی و عریانی کا محرک ہے۔ سورہ نور میں نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم ہے۔ حدیث شریف میں اسے نظروں کا زنا کہا گیا۔ عورتیں جب ضرورت کے تحت باہر نکلیں تو آداب و ضوابط میں رہیں خوشبو کا استعمال نہ کریں حدیث شریف میں آیا ہے " مومنہ عورت کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ بغیر محرم کو ساتھ لیے ایک دن اور ایک رات کی مسافت میں تنہا سفر کرے۔ (ریاض العالمین) باب (تحریم

السفر المراة وحدها) سورہ نور کی آیت ۳۰ میں حکم ہے کہ ماسوائے ہاتھ اور چہرے کے پردہ کیا جائے۔ عورتیں اپنے سینے پر اوڑھنیوں کی بکل مار لیا کریں۔ ایک بار حضرت عائشہؓ کی بھتیجی حفصہؓ بنت عبدالرحمٰن نہایت باریک دوپٹہ پہن کر سامنے آئیں دیکھتے ہی غصہ سے دوپٹہ کو چاک کر دیا اور فرمایا کہ تم نہیں جانتیں کہ سورت نور میں کیا احکام ہیں۔ اس کے بعد گاڑھے کا دوسرا دوپٹہ منگا کر اوڑھا دیا۔ ایک عورت کی چادر میں نقش و نگار بنے ہوئے دیکھے تو ڈانٹا کہ چادر اتار دو' رسول اللہ ایسے کپڑوں کو دیکھتے تو پھاڑ ڈالتے (مسند احمد۔ جلد ۶ صفحہ ۱۶۰)

شادیاں

نیویارک کی ایک اشاعت کے مطابق نیویارک میں پیدا ہونے والے تین بچوں میں سے ایک ناجائز ہوتا ہے۔ ایک اخبار کے مطابق اب شادی کے بغیر پیدا ہونے والے بچوں کی شرح گزشتہ ۶۰ سال سے ۳ گنا بڑھ گئی ہے اسی لئے اسلام میں تعداد ازواج کی اجازت ہے کہ جنسی بے راہ روی نہ پھیلے۔ اگر عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کیا جائے تو دوسری شادی جائز ہے پاکستانی معاشرے میں دوسری شادی بری سمجھی جاتی ہے۔ یہ دراصل ہندوؤں کا اثر ہے۔ اسلام کے اصولوں پر چل کر ہم فلاح کی راہ اختیار کر سکتے ہیں پاکستانی معاشرے میں جو بگاڑ ہے اس میں عورتوں کا بڑا حصہ ہے سر عام بے پردگی اور عریانی تمام برائیوں کا سبب ہے۔ شادی کی بجائے داشتاؤں اور سہیلیوں کا رواج خطرے کی گھنٹی ہے۔ اس سے زیادہ اخلاقی بیماریاں پھیلتی ہیں۔ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ " وہ عورتیں جو لباس پہننے کے باوجود عریاں رہتی ہیں جو مٹک مٹک کر چلتی ہیں اور جو اونٹ کے کوہان کی طرح اپنے مونڈھوں کو ہلا ہلا کر ناز وادا کا اظہار کرتی ہیں وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گی بلکہ اسکی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکیں گی' حالانکہ جنت کی مہک دور دور تک پھیلی ہو گی۔ جلدی شادی کرنے سے اگر مالی حالات اجازت دیتے ہوں۔ تو اخلاقی بیماریاں دور ہو سکتی ہیں

سنسر شپ کی ضرورت

جب تک بیرونی ابلاغ عامہ پر پابندی نہیں ہو گی پاکستانی معاشرے بیرونی ثقافتی یلغار سے محفوظ نہیں ہو سکے گا بیرونی پروگراموں پر پابندی عائد کر دی جائے تاکہ برائی پھیل نہ سکے۔ ڈش انٹینا کی وجہ سے اب بیرونی ممالک کے فحش پروگرام دیکھے جاتے ہیں۔ جس سے نوجوان نسل کے بگڑنے کا خطرہ ہے۔

بچے کی اچھی گھریلو تربیت۔

والدین بچے کی تربیت بطرز احسن کریں۔ انہیں فحاشی اور برائی سے خبردار کریں صحت مند ماحول دیں تو بچوں کی بہتر تعلیم و تربیت ہو سکتی ہے۔ اس طرح پاکستانی معاشرہ بیرونی ثقافتی یلغار سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

فقہ اسلامی کا نفاذ

جب تک پاکستانی معاشرہ میں اسلامی قانون رائج نہیں ہوتا کوئی مسئلہ بھی حل نہیں ہو سکتا۔ اسلامی قوانین کے نفاذ سے معاشرہ ہر قسم کی ثقافتی یلغار سے محفوظ ہو جائیگا۔

ابلاغ عامہ کا استعمال اور اسلامی تعلیمات کی ترویج

پاکستانی ٹیلی ویژن اور ابلاغ عامہ بیرونی ثقافتی یلغار کا مقابلہ کر سکتے ہیں بشرطیکہ وہ اسلامی تعلیمات کو فروغ دیں بہتر اور صحت مندانہ پروگرام تشکیل دیں تاکہ بیرونی پروگراموں میں دلچسپی کم ہو جائے۔

مشہور صحافی اسد اللہ غالب کے قول کے مطابق موجودہ دور میں فحش ویڈیو کیسٹیں اور ایسا مواد تقریباً" ہر دوکان میں موجود ہے اور نہ صرف شہروں بلکہ گاؤں میں بھی پھیل چکا ہے ہر گھر یا ہر دن تو پولیس چھاپہ مار نہیں سکتی۔ یہ حقیقت کافی حد تک درست ہے موجودہ حالات میں بیرونی ثقافتی یلغار اور اندرونی ثقافتی اور اخلاقی قدروں کی توڑ پھوڑ کا حل یہی ہے کہ ہم سیرت النبیؐ کا مطالعہ کر کے اس میں اپنا حل تلاش کریں جب تک ہماری عورت بچوں کی صحیح اخلاقی تربیت نہیں کرتی اور جب تک ہم مغرب کی نقالی کو نہیں چھوڑتے ہماری فلاح مشکل ہے۔ اسلام اور تہذیب مغرب میں بعد المشرقین ہے۔ مغرب میں قدریں سراسر مختلف ہیں۔

شاہد، گوجرہ

پاک وطن میں پاک نظام
یعنی نافذ ہو اسلام
کلمہ ہے بنیاد اس کی
ورد زبان ہو صبح و شام
پاکستان کا مطلب کیا؟
جانتے ہیں سب خاص و عام
اب تک کیوں ایفا نہ ہوا
کون بتائے کس کا نام
کلمہ کے غداروں کا
دیکھ لیا سب نے انجام
لا الہ سے منہ پھیرا
دیکھے کون حلال و حرام
کیسے مسلم ہیں ہم لوگ
ظلم کا ہو جب چرچا عام
کیسے مسلم ہیں ہم لوگ
دین سے دور ہیں سارے کام
ملک کی نیا ڈوبے گی
ظلم کا ہو گا جب چرچا عام
دھرتی سدھرے گی کیسے
بگڑا ہے انسان تمام
کلمہ چھوڑا مسجد میں
بازاروں میں رام ہی رام
رب نے بھیجا تھا کیونکر
بھول چکے ہم اپنا کام
دل میں بس گئے پاپ ہی پاپ
منہ میں ہے اسلام اسلام
میاں جی یا بی بی جی
ایک ہی چیز کے دو ہیں نام
دین کے سب ہی باغی ہیں
آئے کیسے پاک نظام
چھوڑ مصلے حجرے کو
نکال شمشیر از نیام
غیر کی جانب کیوں دیکھے
اپنا ماضی ہاتھ میں تھام
سب سے پہلے پاک نبی پر
لاکھ درود کروڑ سلام
ان کی راہ پہ چل نکل
بھول نہ مسلم اپنا مقام
سنت جب اپنا لے گا
شاہد کیوں؟ ہو گا ناکام

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے فرمایا بدگمانی سے بچو، کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ اور نہ چھپ کر دوسروں کی باتیں سنو، نہ ٹوہ لگاؤ، نہ دوسرے کے سودے پر محض دھوکہ دینے کے لئے بڑھا کر قیمت لگاؤ۔ نہ آپس میں ایک دوسرے سے حسد کرو، نہ باہم بغض رکھو، اور نہ آپس میں بول چال بند کرو اور سب اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ